محرم الحرام
1448

جون ❖ جولائی
2026



دعوتِ اقرا آرگنائزیشن کا
علمی، فکری و اصلاحی ترجمان

ماہ نامہ

تیغیہ

حضور تیغ علی رحمۃ اللہ کی تسبت سے موسوم
ایک فکری و اصلاحی ماہ نامہ

اس شمارے کی جھلکیاں

یا حسین

السلام علیک یا ابا عبداللہ الحسین

سیدنا مخدوم اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب محرم الحرام کے چاند کو دیکھتے تو بے ساختہ رونے لگتے تھے لیکن اس بار معاملہ عجیب ہوا کہ ۸۰۸ ھجری مین جب رویت ھلال محرم ہوئی تو حد درجہ خوشی کا اظہار کرنے لگے،
مریدین کو بڑا تعجب ہوا کہ اس بار خلافِ معمول خوشی کا اظہار کیون فرمایا ،
حضرت نور العین نے عرض کی جسارت کی اور پوچھا کہ اس سال خوشی کیون ؟

(صفحہ ۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیض عرفانی

حضور حافظ ملت
علیہ الرحمہ

مبارک پور، اعظم گڑھ
یوپی

دعوتِ اقراً آرگنائزیشن کا
علمی، فکری و اصلاحی ترجمان

فیض روحانی

حضور تیغ علی
علیہ الرحمہ

سرکاھی شریف
مظفر پور، بہار

ماہ نامہ
تیغیہ

حضور تیغ علی علیہ الرحمہ کی نسبت سے موسوم
ایک فکری و اصلاحی ماہ نامہ

محرم الحرام ۱۴۴۸ | جلد: ۲ ، شمارہ: ۱ | جون ♦ جولائی 2026

مجلس ادارت

مدیر : محمد مشرف علی تیغی

تزئین کار : محمد فیض علی مصباحی

مجلس مشاورت

- فاضل وندھانی مصباحی
- سفیان حنفی مصباحی
- متین رضا نوری مصباحی

دعوتِ مضمون



اہلِ قلم حضرات جو آئندہ شمارے کے لیے اپنے علمی، اصلاحی اور تحقیقی مضامین ارسال کرنا چاہتے ہوں، وہ اس اسلامی (ہجری) مہینے کی 20 تاریخ تک درج ذیل نمبر پر اپنے مضامین ارسال فرما دیں۔

 7860544956

فہرست

خصوصی فہرستیں

محفل تحقیق کے سوال وجواب

چراغ حرف

محرم الحرام کی فضیلت

توحید احمد خان رضوی، استاد جامعہ تحسینیہ ضیاء العلوم، بریلی شریف

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔'' ان چار حرمت والوں میں سے ایک ماہ محرم الحرام بھی ہے جو اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اسلامی سال کا پہلا ماہ اور آخری ماہ دونوں ہمیں ایثار اور قربانی کا درس دیتے ہیں۔ ذی الحجہ میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پیش کر کے ہمیں یہ پیغام دیا کہ حکم پروردگار کو بجا لانے میں عزیز بیٹے کی قربانی کرنا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے، وہیں اسلامی سال کے پہلے مہینے کی دسویں تاریخ کو نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اور اپنے اہل بیت کی قربانی پیش کر کے ہمیں یہ درس دیا کہ کبھی بھی باطل کے حق سرنگوں مت ہونا، حق کی سربلندی کے لئے قربانیاں دینے سے پیچھے مت ہٹنا۔

یوم عاشورہ:

محرم الحرام بہت ہی عظمتوں والا مہینہ ہے، یہ مہینہ اپنے دامن میں بہت ہی واقعات سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی ماہ کی دسویں تاریخ کو یوم عاشورہ کے نام سے جانا جاتا ہے، اس دن میں بہت سی خداوندقدوس کی قدرتوں اور نشانیوں کا ظہور ہوا۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان نوح میں سلامتی کے ساتھ جودی پہاڑ پر پہنچی، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے صحیح سلامت باہر آئے، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف دور کی گئی، اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے، اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن وانس پر حکومت عطا ہوئی، اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجا حاصل ہوئی اور فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں غرق ہو گیا، اسی دن عرش و کرسی، لوح وقلم، چاند وسورج، زمین وآسمان، جنت اور ستارے بنائے گئے، اسی دن آسمان سے زمین پر سب سے پہلے بارش ہوئی، اسی دن قیامت آئے گی، اسی دن نواسۂ رسول حضرت اما حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کربلا کے میدان میں تین دن بھوکے پیاسے رہ کر اسلام کی بقاء اور تحفظ کے لئے جام شہادت نوش فرمایا۔ (غنیۃ الطالبین)

یوم عاشورہ کی فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ اس دن اپنے اہل و عیال پر فراخی سے سال بھر تک رزق میں برکت رہتی ہے جیسا کہ الترغیب والترہیب میں ایک روایت نقل ہے کہ جس نے عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں اور اہل و عیال پر وسعت کی، اللہ تعالیٰ اس کے سارے سال میں وسعت اور برکت عطا فرماتا ہے۔ (الترغیب والترہیب جلد دوم)

عاشورہ کا روزہ:

حدیث:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا یہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم پر غلبہ عطا فرمایا تھا لہٰذا ہم تعظیماً اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہیں چنانچہ آپ نے بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

شب عاشورہ:

شب عاشورہ میں عبادت کی بہت فضیلت وارد ہے۔ حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عاشورہ کی شب (نو محرم الحرام کا دن گذرنے کے بعد آنے والی رات) کو عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اس کو زندہ رکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص شب عاشورہ میں رات بھر عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو روزہ رکھے تو اس کو اس طرح موت آئے گی کہ اس کو مرنے کا احساس بھی نہ ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین ص 427)



مسئلۂ " یا محمد "

حضور ﷺ کو نام لے کر ندا دینا ممنوع ہے اس لیے کہ اس میں بے ادبی ہے لوگوں کو چاہیے کہ اس سے اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: 63)

ترجمہ: "رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب ﷺ کا نام لے کر نہ پکارو، بلکہ تعظیم، تکریم، توقیر، نرم آواز کے ساتھ اور عاجزی و انکساری سے انھیں اس طرح کے الفاظ کے ساتھ پکارو: "یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ، یا امام المرسلین وغیرہ۔

(بیضاوی، النور، تحت الآیۃ: ٦٣، ٤/٢٠٣، خازن، النور، تحت الآیۃ: ١٣، ٣/٣٦٥، صاوی، النور تحت الآیۃ: ٦٣، ٤/١٣٢١، ملتقطا)

لہٰذا نعت وغیرہ کے اشعار یا کسی وظیفہ وغیرہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یا محمد کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا شعر یا وظیفہ ہو کہ جس میں نام نامی کے ساتھ ندا کے الفاظ ہوں، تو وہاں نام مبارک ذکر کرنے کی بجائے نبی پاک ﷺ کے خوب صورت القابات کو ذکر کیا جائے مثلاً یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ البتہ نعت وغیرہ میں تاویل کی جا سکتی ہے۔

فتاوی رضویہ شریف میں ہے: "علما تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے ۔ اور (یہ بات) واقعی محل انصاف ہے، جسے اس کا مالک و مولی تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے (تو) غلام کی کیا مجال کہ (وہ) راہِ ادب سے تجاوز کرے، بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی ﷺ نے تعلیم فرمائی (ہو) جیسے دعائے "یَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي" ۔ (۱) تاہم اس کی جگہ یَا رَسُولَ اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ (کہنا چاہیے، حالانکہ الفاظ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی ۔ یہ مسئلہ مہمہ (یعنی اہم ترین مسئلہ) جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں واجب الحفظ ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج 30 ص 157 تا 158)

[ماخذ: العطایا الاشرفیہ فی المسائل الفقہیہ (المعروف بہ محفلِ تحقیق) جلد:۱، صفحہ: ۵۴ تا ۵۶]

سیدنا مخدوم اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عبدالواجد عطاری، مظفرپوربہار (متعلم جامعۃ المدینہ ، آگرہ)

لفظِ ''ولی'' وِلَاء سے بنا ہے جس کا معنی قرب اور نصرت ہے۔

ولی اللہ وہ ہے جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرے ، اسکی اطاعت میں مشغول رہے ، اس کا دل باری تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مستغرق ہو ، جب دیکھے قدرت الٰہی کے دلائل کو دیکھے اور جب سنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے، اطاعت الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قرب الٰہی کاذریعہ ہو ، ذکر الٰہی سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔

بفضلہ تعالیٰ ان اوصاف کے حاملین کی فہرست طویل ہیں جن میں قدوۃ الکبری ، محبوبِ یزدانی ، غوث العالم حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر کچھوچوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مقدسہ سر فہرست ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی زندگی کو چھوڑ کر رضائے الٰہی اور محبتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی راہ پر گامزن ہوگئے۔ آپ کی حیات بابرکت زہد و تقویٰ ، عبادت و ریاضت ، علم و معرفت اور اصلاحِ خلق پر مشتمل ہے۔

آپ نے اپنی تعلیمات ، مواعظِ کریمہ اور روحانی فیوض و برکات کے ذریعے بے شمار لوگوں کی تربیت فرمائی اور برصغیر میں اسلام کی اشاعت و ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے والد سلطان ابراہیم سمنانی ایران کے فرما رواں تھے. آپ ایک صوفی , زاہد اور متقی بادشاہ تھے.بیٹے کی آرزو تھی کہ ایک شب عالم خواب میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دو فرزندوں کی بشارت دی اور حکم فرمایا کہ ایک کا نام محمد اشرف دوسرے کا اعرف رکھنا. پھر ایک صبح سن ۷۰۸ھ میں خورشید معرفت طلوع ہوا, جو بعد کو اشرف الملت و الدین مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے نام سے مشہور ہوا۔ (لطائف اشرفی ، ج: 1 ، ص: ب 03)

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو حضرت العلام حضرت عماد الدین تبریزی نے رسم "بسم اللہ" کے فرائض انجام دئے بعدہ آپ کی تعلیم کا مرحلہ شروع ہوگیا۔

آپ مکتب خانہ تعلیم علمی میں تشریف لائے پانچ برس کی چھوٹی سی عمر میں صرف کے ۷ ماہ ۲٦ دن کے مختصر عرصے میں قرات سبعہ کے ساتھ قرآن کریم کا حفظ کر لیا۔ آپ کے علم کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کی عمر مبارک سات سال کی ہوئی ، تو ایسے ایسے علمی نکات بیان فرماتے ، کہ بڑے بڑے علماء عش عش کر اٹھتے تھے ، ۱۲ سال کی عمر میں معانی و بلاغت و معقول و منقول، تفسیر و فقہ ، حدیث و اصول جملہ علوم سے فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت حاصل کی۔

فن حدیث میں امام عبد اللہ یافعی سے اور ان کے علاوہ دیگر بڑے بڑے محدثین سے سند حدیث حاصل کی۔

(حضرت مخدوم اشرف سمنانی کی سیرت و فضائل ، ص:05)

ترک سلطنت ، شیخ سے ملاقات اور حلقۂ ارادت

جب مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ علم دین میں درجہ کمال حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور آپ کی عمر مبارک ۱۴ برس کی ہوئی، تو ایک سال آپ نے فنی سپہ گری سیکھا، پھر جب والد محترم حضرت سلطان سید ابراہیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس دنیا کو خیرباد کہہ کر جنت کی جانب روانہ ہوئے تو یہ تاج شاہی حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کے سر پر سجایا گیا، اور مخدوم اشرف سمنانی فرمانروائے تخت سمنان ہو گئے، سلطنت کی باغ ڈور آپ کے ہاتھ میں آئے دیر نہ ہوئی تھی کہ سمنان کے حالات یکسر تبدیل ہو گئے، آپ کے عہد میں عدل و انصاف اپنی معراج کو پہنچ گیا، سمنان امن و امان کا گہوارہ اور علمی مرکز بن گیا، گرد و نواح کی سلاطین عدل و انصاف کی یہ فضا دیکھ کر رشک کرنے لگے، ہر طرف آپ کا سکہ چلنے لگا، ہر جانب نام نامی کا خطبہ پڑھا جانے لگا، ایام سلطنت رانی میں اگرچہ آپ ملکی امور میں مشغول رہتے لیکن شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ فرائض و واجبات تو درکنار نوافل و مستحبات تک ترک نہ فرماتے، حتی کہ آداب میں سے ایک ادب بھی آپ سے ترک نہ ہوا، ایک رات آپ کے پاس ابو العباس حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لائے اور ذکر الہی کی تلقین فرمائی، یوہی حضرت سیدنا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت ظاہر ہوئی اور آپ کو فیضان اویسیہ سے مالا مال فرما دیا، ظاہرا تو آپ امور سلطنت میں مشغول نظر آتے مگر توجہ قلبی ذکر الہی کی جانب ہوتی، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ تخت و تاج، حکمرانی اور بادشاہی کو ناپسند فرماتے کہ دل کا رجحان درویشی اور فقیری کی جانب تھا، آپ تو یہ چاہتے تھے کہ تخت و تاج کو ٹھوکر مار کر کنارہ کش ہو جائیں، لیکن والدہ کا حکم اور حضرت خضر کا یہ فرمان: "ابھی کچھ دنوں تک اپنے قدم سے سختی شاہی کی عزت افزائی فرماتے رہیے" نے آپ کو تخت سلطنت پر متمکن ہونے پر مجبور کر دیا، بہر حال تقریبا ۲۰ برس کا طویل عرصہ آپ کو تاجداری کرتے گزرا، کہ جس حکم کے آپ سالوں سے منتظر تھے، جس کی تڑپ نے آپ کو بے قرار کر رکھا تھا، اس کی تکمیل کی گھڑیاں قریب آگئیں، ماہ رمضان کا مبارک مہینہ جاری تھا، ستائیسویں شب کو آپ محو عبادت تھے چونکہ پہلے سے ہی حضرت مخدوم اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں آتش عشق شعلہ زن تھی، امنگیں شباب پر تھیں، کہ اتنے میں حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کہہ کر آپ کے پنہاں جذبات کو برانگیختہ کر دیا کہ اشرف اب وقت آچکا ہے کہ تخت و تاج کو ٹھوکر مار دو، اگر وصال الہی کا تخت چاہتے ہو تو اٹھو اور ہندوستان کی طرف رخ کر لو، وہاں حضرت شیخ علاء الحق گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

اس فرمان کو سننے کے بعد آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ دلی خواہش پوری ہوگئی، برسوں سے جس کی تمنا تھی وہ آج پوری ہوئی، اگلے دن ہی اپنے برادر اصغر حضرت سید محمد اعرف کو تخت سمنان پر بٹھا دیا اور والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر رخت سفر باندھا اور حضرت خضر کی ارشاد کے موافق مرشد کی تلاش میں نکلنے کے لیے بالکل مستعد ہو گئے، یہاں آپ سمنان کی سلطنت چھوڑ کر پوری دنیا باطن کے بادشاہ بننے کے لیے سوئے ہندوستان چلتے ہیں وہاں حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام مرشد گرامی حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی کے پاس جا کر بار بار آپ کے آنے کی بابت بتاتے ہیں حتی کہ ۷۰ مرتبہ حضرت خضر نے آپ کی آمد کی بشارت آپ کے مرشد کو دی، مرشد کریم پر بھی اپنی اس مرید صادق کا اشتیاق دیدار اس قدر غالب تھا کہ حدبیان سے باہر ہے، مخدوم سمنانی سفر طے کرتے ہوئے پنڈوا کے قریب پہنچے جہاں آپ کے مرشد شیخ علاء الحق پنڈوی کی خانقاہ تھی، وہاں مرشد گرامی بعد نماز چاشت آرام فرما رہے تھے کہ اچانک بیدار ہوئے اور بے تابانہ خانقاہ سے باہر آئے اور فرمانے لگے کہ جس کا انتظار میں دو برس سے کر رہا ہوں اس یار کی خوشبو آرہی ہے، وہ قریب آپہنچا ہے، اس یار کی خوشبو آرہی ہے، وہ قریب آپہنچا ہے، حتی کہ آپ خود اپنے مرید کے استقبال کے لیے نکل پڑے، خلفاء و مریدین کے علاوہ شہر کے سب چھوٹے بڑے ساتھ چل دیے، خود آپ اپنے پیر شیخ سراج الدین اخی عثمان آئینہ ہند رحمتہ اللہ علیہ کی پالکی پر سوار ہوئے اور اپنی پالکی خالی لے گئے، لوگوں کا

ہجوم اس قدر تھا کہ چلنا دشوار ہو رہا تھا، شہر سے چار کوس کے فاصلے پر آئے اور انتظار کرنے لگے، یکایک سامنے ایک قافلہ نظر آنے لگا، ایک خادم کو خبر گیری کے لیے بھیجا اس نے بتایا کہ اشرف سمنانی نام کے نورانی شکل والے آرہے ہیں، یہ سن کر مرشد گرامی کی خوشی کی انتہا نہ رہی، شیخ چند قدم پیشوائی کو آگے بڑھے، یہ وہ وقت تھا کہ جب فراق کی ساری گھڑیاں ختم ہو چکی تھیں، وصال اپنا حسین چہرہ دکھا کر مسکرانے لگا، ایک عاشق و معشوق کی ملاقات کا پر کیف اور پر ذوق منظر زمانہ اپنی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا، جب عاشق کی معشوق پر اور معشوق کی عاشق پر نظر پڑی تو صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، دونوں جانب سے دلوں کا انجذاب ہوا، حضرت مخدوم سمنانی نے بے تابانہ شیخ کو دیکھ کر اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیا، شیخ نے فرط محبت میں سر قدموں سے اٹھا کر سینے سے لگا لیا آپ کافی دیر تک سینے سے لگائے رہے، تشنگی وصال کی سیرابی سے رفو ہو گئی، شیخ بر حق فرمانے لگے کہ اے فرزند جس دن سے تم تارک سلطنت ہو کر گھر سے نکلے ہو ہر منزل پر میں تمہاری نگرانی کر رہا تھا اور مواصلت ملاقات ظاہری کی تمنا رکھتا تھا الحمد للہ کہ جدائی، مواصلت سے فراق، وصال سے بدل گئی۔

الغرض شیخ گرامی مخدوم اشرف سمنانی کو اپنی پالکی پر سوار فرما کر خانقاہ کی جانب روانہ ہوئے۔

مختصراً یہ کہ خانقاہ پہنچے، مرشد گرامی نے عنایت بے غایت فرمائی اپنی برابر میں بٹھایا، خادم سے انتظام طعام کے لیے کہا، حتی کہ چار لقمے اپنے ہاتھ سے کھلائے، سب لوگ متحیر تھے کیونکہ حضرت شیخ نے کبھی کسی کو اس طرح سرفراز نہ فرمایا تھا، بعد ازاں بیعت کی رسم ادا کی گئی مرشد گرامی شیخ علاء الحق پنڈوی کے دست حق پرست پر مخدوم سمنانی بیعت فرما کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ (المرجع السابق، ص: 6 تا 8)

خرقۂ خلافت

یوں تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو کثیر سلاسل سے خلافت حاصل ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ، سراجیہ: اس سلسلے کی خلافت آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ علاء الحق گنج نبات رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔

(2) سلسلہ عالیہ قادریہ: اس سلسلے کی خلافت آپ کو حضرت سید عبد الغفور حسن جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل ہوئی۔

(3) سلسلہ قادریہ جلالیہ بخاریہ

(4) سلسلہ سہروردیہ جلالیہ اشرفیہ

(5) سلسلہ حسنیہ و حسینیہ:

ان تینوں سلاسل کی خلافت آپ کو حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل ہوئی۔

(6) سلسلہ کبیریہ اشرفیہ: اس سلسلے کی خلافت آپ کو شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل ہوئی۔

(7) سلسلہ زاہدیہ اشرفیہ: اس سلسلے کی خلافت آپ کو خواجہ بدر دین بدر عالم زاہدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل ہوئی۔

(8) سلسلہ نقشبندیہ اشرفیہ: اس سلسلے کی خلافت آپ کو خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل ہوئی۔ (صحائف اشرفی، ج: 2، ص: 37 تا 48)

کرامات

حضرتِ محبوبِ یزدانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، یہاں فقط اختصار کے پیش نظر ایک ہی کرامت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جب پیر علی بیگ حضرت کی دعا سے ایک مہم کو فتح کر کے واپس آئے، تو اس کے لشکر میں ایک بوڑھا شخص تھا جو سالہا سال سے گھاس لایا کرتا تھا، اس نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ آج یوم عرفہ ہے حاجی اپنے کعبہ مقصود کو پہنچے ہوں گے اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا، حضرت محبوبِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا:

کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا اگر یہ دولت نصیب ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

حضرت نے فرمایا آؤ.....

وہ شخص آیا......

حضرت نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا جاؤ۔ فوراً اس فرمان کے وہ کعبہ شریف پہنچ گیا اور مناسکِ حج ادا کئے اور تین روز تک کعبہ شریف میں رہا، اس کو خیال ہوا کہ کوئی شخص مجھ کو میرے وطن پہنچا دیتا، اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت محبوبِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں دیکھا، قدموں پر گر پڑا، سر اُٹھایا تو اپنے وطن موجود تھا، سبحان اللہ کیا تصرف علی الحقیقت ہے۔ (لطائف اشرفی، ج: 1، ص: ب 6)

وصال پرملال

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب محرم الحرام کے چاند کو دیکھتے تو بے ساختہ رونے لگتے تھے لیکن اس بار معاملہ عجب ہوا کہ ۸۰۸ ہجری میں جب رویت ہلال محرم ہوئی تو حد درجہ خوشی کا اظہار کرنے لگے، مریدین کو بڑا تعجب ہوا کہ اس بار خلاف معمول خوشی کا اظہار کیوں فرمایا، حضرت نور العین نے عرض کی جسارت کی اور پوچھا کہ اس سال خوشی کیوں؟

فرمایا یہ مہینہ میرے جد کریم امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے، اگر اس مہینے میں انتقال کروں تو با اعتبار مہینہ اپنے جد کریم سے موافقت ہوگی، یہ سن کر محفل میں آہ و فغاں کی صدائیں بلند ہو گئیں، آپ نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ گریہ زاری سے کچھ فائدہ نہیں۔

چند دن بعد علالت نے آپ کو اپنے سائبان میں لے لیا، علالت کی خبر پا کر ایک بزرگ ملاقات کو آئے اور شفایابی کی دعا کی تو فرمایا میرے اور محبوب کے درمیان ایک باریک حجاب باقی رہ گیا ہے، کیا چاہتے ہو کہ دوست دوست سے نہ ملے۔

بعدہ مردان اختیار و ابرار حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ حضور چند روز مزید اگر فرش گیتی پر رہتے تو بہتر تھا، تو فرمایا "عنان حیات میرے ہاتھ سپرد کردی گئی چاہوں زندہ رہوں اور چاہوں انتقال کر جاؤں، لیکن کب تک اس خاکدانی گیتی میں رہوں گا، چاہتا ہوں کہ گلزار علوی کی طرف پرواز کروں"۔

اس کے بعد یکے بعد دیگر ابدال، اوتاد وغیرہ اولیاء حاضر ہوتے رہے۔

آپ نے خود اپنی قبر انور کی جگہ کا تعین کیا، اور اس کی پوری کیفیت بیان کی کہ اس ہیئت پر میری قبر کھودی جائے، پس آپ کی حیات ہی میں آپ کا روضہ تیار کیا گیا، آپ نے فرمایا: "جو کوئی اس روضہ مکرم میں آئے گا فیض سے بے نصیب نہ جائے گا"۔

آپ کی حالت میں تغیر ہوتا رہا، مردان خدا ملاقات کو آتے رہے، آپ نے اپنے نور نظر قدوۃ الآفاق حضرت سید عبد الرزاق نور العین ولی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور اپنے سارے مریدین و خلفاء کو یکے بعد دیگر نعمتوں سے مالا مال فرماتے رہے۔

الغرض ۲۸ محرم الحرام ماتم انگیز صبح نے اپنا حسرت آمیز چہرہ دکھلایا، آپ اپنے اوراد وظائف اور عبادت وغیرہ سے فراغت کے بعد مصلے پر رونق افروز ہو گئے، دوپہر تک فیضان برکات سے لوگوں کو مالا مال فرمایا، اس وقت آپ کے مریدین و معتقدین کا اس قدر مجمع تھا جس کا شمار کرنا مشکل تھا، آپ نے وہ تبرکات جو آپ کو مشائخ سے حاصل ہوئے تھے منگوا کر حقداروں کو سپرد فرما دیے، جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے نماز کے لیے حضرت نور العین کو مصلے پر آگے کیا، بعد نماز مصافحہ وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ مردانہ وار بیٹھ گئے، اور اپنے مشائخ چشت کی متابعت میں محفل سماع منعقد کی، قوالوں کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ شروع کرو، قوال حضرت شیخ سعدی کے ان اشعار کو پڑھنے لگے:

گر بدست تو آمدہ اجلم
قد رضینا بما جری القلم

خوب ترزین دگر نباش کار
یار خنداں رود بجانب یار

سیر بیند جمال جاناں را
جاں سپارد نگار خنداں را

ان اشعار کو سن کر آپ کی کیفیت تبدیل ہو گئی، اور آپ پر

وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، در و دیوار جوش میں آگئے بس اسی حالت میں سو سال دنیا کو اپنے وجود سے شرف بخش کر، محبوب حقیقی کے عشق میں بحالت سماع اپنی جان جان جاناں کے سپرد فرما کر واصل باللہ ہوگئے۔

(حضرت مخدوم اشرف سمنانی کی سیرت و فضائل، ص: 18 تا 20)

بارگاہ ربوبیت میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ہمیں اس پاک در کے فیضان سے مالا مال فرمائے، حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید الامین صلی اللہ علیہ وسلم

اشرفی ناز کر تو اپنے اشرف پر
کون پاتا ہے خاندان ایسا



دوستی، معاشرت، سوشل میڈیا اور اسلام

(دوستی، معاشرت اور سوشل میڈیا کا اسلامی رہنمائی سے جائزہ)

محمد عتیق احمد مصباحی، مظفرپور بہار

نوع انسانی کی کشتئ حیات اسی وقت چل کر ساحل مراد کو پہنچ سکتی ہے جب کہ وہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں اپنی خواہشات و واہیات کو پس پشت ڈال کر شریعتِ مطہرہ کی پاسداری نہ کرے اور زندگی کے تمام امور میں شریعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اپنا مشعل راہ نہ بنائے اسی میں امت مسلمہ کی ترقی، معاشرے کی فوز وفلاح اور دائمی نجات ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات سے روگردانی، اور اصول شرعیہ سے رہنمائی نہ لی جائے تو خواہ خاندانی رشتے ہوں، دوسروں کے ساتھ باہم تعلقات و دوستی ہو، یا معاشرتی نظام، یا پھر شوشل میڈیا کا استعمال اگر اسلامی اسلوب اور خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی سے عاری و خالی ہے اور ساری دوستیاں مال پرستی اور تحصیل دنیا کی بنیادوں پر قائم ہو تو ایسی دوستی اور رشتہ داری انسان کو تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے اور ذلت و رسوائی مقدر بن جاتی ہے۔

جب ہم اسلامی نقطۂ نظر سے دوستی کا جائزہ لیتے ہیں تو واضح طور پر کتاب و سنت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی سے دوستی صرف رضائے الٰہی اور سعادت دارین ہو تو ایسی دوستی یقیناً نجات آخرت کا ذریعہ ہوگا اس سلسلے میں متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں جو ہمیں اچھی دوستی، نیک ہم نشیں اور صالح اشخاص کی صحبت با اثر میں رہنے اور ان کی شناخت سے متعارف کراتی ہے۔

(1) حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کامل مومن کے علاوہ کسی کو ہم نشین نہ بناؤ اور تمہارا کھانا پرہیز گار ہی کھائے" (ابوداؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ۴/ ۳۴۱، الحدیث: ۴۸۳۲)

(2) حضرت ابو جحیفہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بڑوں کے پاس بیٹھا کرو، علما سے باتیں پوچھا کرو اور حکمت والوں سے میل جول رکھو۔ (معجم الکبیر، سلمۃ بن کہیل عن ابی جحیفۃ، ۲۲/ ۱۲۵، الحدیث: ۳۲۴)

(3)حضرت حسن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ ! صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون سا ساتھی اچھا ہے؟ارشاد فرمایا''اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاد دلائے"۔ (رسائل ابن ابی الدنیا ، کتاب الاخوان ، باب من امر بصحبتہ ورغب فی اعتقاد مودتہ ، ۸ / ۱۶۱ ، الحدیث: ۴۲)

(4)حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا ہم نشین وہ ہے کہ اسے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے اور اس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں زیادتی ہو اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

(جامع صغیر، حرف الخاء، ص۲۴۷، الحدیث: ۴۰۶۳)

اسی طرح اگر انسان صالح اشخاص کو چھوڑ کر بری صحبت اختیار کرلے یا مال پرستوں اور دنیاداروں سے دوستی کر بیٹھے اور صبح و شام اسی کے ساتھ ہم نوالہ ہم پیالہ ہوجائے تو یقینا وہ ایسی دوستی کی وجہ سے ذلت وخواری کے اندھیرے کوئیں میں گرتا ہوا نظر آئے گا اور ایسی دوستی کی وجہ سے اسے جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلو کے نذر کردیا جائے گا تو اس وقت کف افسوس ملنے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا

ترجمۂ کنزالایمان: وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کہے گا: ''ہائے میری بربادی ! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس نصیحت یعنی قرآن اور ایمان سے بہکا دیا اور شیطان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو مصیبت کے وقت بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جب انسان پر بلاو عذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کرلیتا ہے۔ (خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۲۸-۲۹، ۳ / ۳۷۱، ملخصاً)

بری صحبت اور دوستی سے بچنے کی ترغیب:

اس سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، انہیں اپنا دوست بنانا اور ان سے محبت کرنا دنیا اور آخرت میں انتہائی نقصان دِہ ہے۔ اَحادیث میں بری صحبت اور دوستی سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، چنانچہ ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق دو اَحادیث ملاحظہ ہوں ،

(1) حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا''برے ہم نشین سے بچو کہ تم اسی کے ساتھ پہچانے جاؤ گے۔

(ابن عساکر، ذکر من اسمہ الحسین ، حرف الجیم فی آباء من اسمہ الحسین ، الحسین بن جعفر بن محمد ۔۔۔ الخ ، ۱۴ / ۴۶)

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست وبَرخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔

(2) حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: فاجر سے بھائی بندی نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مُزَیَّن کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہوجائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کرکے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور ننگ ہے اور احمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ تیرے لئے خودکو مشقت میں ڈال دے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہنچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچادے گا، اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے، اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر ہے اور جھوٹے آدمی سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ اس کے ساتھ میل جول تجھے نفع نہ دے گی، وہ تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔

(ماخوذ از صراط الجنان)

مذکورہ احادیث مبارکہ اور قرآنی شواہد سے مکمل طور پر معلوم ہوگیا کہ معیار دوستی کیا ہے ؟ کس طرح کی دوستی ہمیں فلاح بخشے گی اسلام نے جو ہماری رہنمائی کی ہمیں چاہیے کہ اسی راہ کو اختیار کریں اور مردان خدا کے صفو میں شامل ہوجائیں ۔

معاشرت

دور جدید میں معاشرتی نظام زبوں حالی کی صورت میں نظر آرہی ہے جس کی وجہ مغربی تہذیب ، انگریزوں کا کلچر ، یہود و نصاریٰ کی پیروی اور برائیوں کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہے آج ہمارے معاشرے میں کس قدر برائیاں پنپ رہی ہے اہل دانش پر مخفی نہیں بے حیائ و عریانیت کی کثرت ہمارے سماج کا حصہ بن چکا ہے دھوکہ دری چال بازی ، چغل خوری ، غیبت خیزی ، شراب نوشی ، جوا بازی اور شادی کے مواقع پر فضول خرچی ، جبری جہیز کی نحوست ، پڑوسیوں کی حق تلفی ، زوجین میں نا اتفاقی ، والدین کی نافرمانی ، بڑوں کی ناقدری کمزوروں پر ظلم ، بزدلی ، سود خوری، ریا کاری اور نفس پرستی کا ایک اچھا خاصہ سیلاب ہمارے معاشرے کو بہا لے جارہا ہے ۔

اگر معاشرے کے افراد غیروں کے راستوں کو چھوڑ کر اسلامی رہنمائی سے اپنے معاشرے کی کشتی کو چلاتا ہے تو پھر سماج امن کا گہوارہ ، صدق و وفا کا باغ ، اخوت و محبت کا گلستاں ، چین و سکون کا گلدستہ ، اور سیاسی ثقافتی ، عائلی نظام عروج و ارتقا کی منزلیں طے کرتا ہوا نظر آئے گا۔

سوشل میڈیا

اس تیز رفتار جہان میں ہمیں جہاں میلوں کا سفر منٹو میں اور منٹو کا سفر سکینڈو میں طے کرنے والی سواری موجود ہیں اور زندگی کے ہر موڑ پر سہولیات کی فراوانی ہے وہیں سوشل میڈیا جیسی ایک ایسی پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے ہم زندگی کے بیشتر مسائل پر سکون ہوکر حل کرسکتے ہیں سوشل میڈیا کے ذریعے پیغامات نشر کرنے، معلومات میں اضافہ ، عالمی خبریں کی خبر گیری ، تجارت کے جملہ امور کی نگرانی، اپنے پرائے کی خیر خواہی ، سیاسی ، سماجی حالات کا جائزہ اور بے شمار ایسے فوائد موجود ہیں جس کا انکار متصور نہیں ۔

لیکن جملہ فوائد اسی وقت کار آمد ہوں گے جب تک حدودِ شرع اور اصول دین کی روشنی میں سوشل میڈیا کا استعمال ہو اگر اسی سے منفی اثرات مرتب ہونے لگے اور بے حیائ کی اشاعت کا ذریعہ بن جائے فحش ویڈیوز سے نسل تباہی کے وادی میں ڈوبنے لگے ، سماج میں رائیوں کو بڑھاوا دیا جانے لگے ، فرائض اسلامیہ سے غفلت اور روگردانی کا وقوع پذیر ہو ، غیروں کے کلچر کو اپنانے کا مزاج گھر کے دروازوں کو دستک دینے لگے اور فرائض اسلامیہ سے غفلت برتی جانے لگے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی عروج پانے لگے ان صورتوں میں سوشل میڈیا کا استعمال محض تباہی و ہلاکت خیزی ہی نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی خسارے اور عذاب دوام و تام کا مستحق بھی ہوگا۔

اسی لیے ضروری ہے ہم سوشل میڈیا کا استعمال اسلامی رہنمائی اور اصول شرع کے اسلوب پر کریں تو ہمارا ہر کام باعث خیر اور تسکین جان و ایمان ہوگا ۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں شرعی تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق خیر نصیب فرمائے ۔



امام حسین رضی اللہ عنہ اور درسِ استقامت

محمد مومیرل، اتر دیناج پور (متعلم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

تاریخِ انسانیت میں بعض واقعات محض واقعات نہیں ہوتے بلکہ وہ حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل، عزیمت و استقامت کی روشن علامت اور آنے والی نسلوں کے لیے مینارۂ نور بن جاتے ہیں۔ واقعۂ کربلا بھی ایسا ہی ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس کے مرکز و محور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے محبوب نواسے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر تھے۔

نبی کریم ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔" یہ ارشاد امام حسین رضی اللہ عنہ کے عظیم مقام و مرتبہ کو واضح کرتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ حق شناسی، خدا ترسی، صبر و رضا، شجاعت و حمیت اور استقامت و عزیمت کا حسین مرقع ہے۔ آپ نے اپنے کردار اور عمل سے یہ ثابت فرمایا کہ اہلِ حق کی پہچان اقتدار، قوت اور ظاہری غلبے سے نہیں بلکہ حق پر ثابت قدمی، اصولوں کی پاسداری اور رضائے الٰہی کے حصول سے ہوتی ہے۔

جب امتِ مسلمہ ایک نازک دور سے گزر رہی تھی اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی کوششیں ہو رہی تھیں تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے خاموش تماشائی بننے کے بجائے حق کا عَلَم بلند کیا۔ آپ جانتے تھے کہ اس راہ میں مصائب ہیں، آزمائشیں ہیں، قربانیاں ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ نے حق کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ یہی استقامت کا وہ بلند مقام ہے جس نے آپ کو تاریخِ اسلام کا ایک لازوال باب بنا دیا۔

میدانِ کربلا دراصل صبر و استقامت کی ایک ایسی درسگاہ ہے جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے وہ سبق دیا جسے الفاظ پوری طرح بیان نہیں کر سکتے۔ شدید گرمی، پیاس کی شدت، اہلِ خانہ کی قربانیاں، رفقا کی شہادتیں اور ہر طرف ظلم و جبر کے سائے؛ مگر ان تمام حالات کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ آپ کا یقین متزلزل نہ ہوا، آپ کا عزم کمزور نہ پڑا اور آپ کی زبانِ حق گو خاموش نہ ہوئی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی استقامت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ حق کا راستہ ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ اس راہ میں مشکلات بھی آتی ہیں اور آزمائشیں بھی، مگر جو شخص اپنے مقصد کی صداقت پر یقین رکھتا ہو وہ طوفانوں کا رخ موڑ تو نہیں سکتا، البتہ ان کے سامنے سینہ سپر ضرور ہو جاتا ہے۔ کربلا کا پیغام یہی ہے کہ باطل وقتی طور پر طاقت ور دکھائی دے سکتا ہے، لیکن انجام کار فتح حق ہی کی ہوتی ہے۔

آج جب مادّیت، خود غرضی اور مفاد پرستی نے انسانی اقدار کو کمزور کر دیا ہے، امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت ہمیں کردار کی پختگی، مقصد کی سچائی اور ایمان کی مضبوطی کا درس دیتی ہے۔ نوجوان نسل کے لیے خصوصاً یہ واقعہ ایک عظیم پیغام رکھتا ہے کہ انسان اپنے عقیدے، اصولوں اور حق موقف پر ثابت قدم رہے، خواہ اس کے لیے کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں۔ واقعۂ کربلا ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ عزت و وقار کے ساتھ جینا ہی مؤمن کی شان ہے۔ ظلم کے سامنے جھک جانا آسان ہے، لیکن حق کے لیے ڈٹ جانا حسینیت ہے۔ باطل سے سمجھوتہ کر لینا

سہل ہے، لیکن صداقت کی خاطر ہر قربانی پیش کر دینا حسینیت ہے۔ کربلا کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ حق کے مسافر تعداد سے نہیں، کردار سے پہچانے جاتے ہیں؛ اور جو حق پر ڈٹ جائے، تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کرتی۔

یہی وہ درسِ استقامت ہے جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو رہتی دنیا تک آزادی، حریت اور حق پرستی کی علامت بنا دیا۔

بلاشبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخِ اسلام کا ایک عظیم باب ہے، لیکن اس سے بھی عظیم وہ پیغام ہے جو آپ نے اپنے خونِ مقدس سے رقم فرمایا۔ یہ پیغام آج بھی اہلِ ایمان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ حق و صداقت پر ثابت قدم رہیں، دینِ اسلام کی سربلندی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں اور ہر حال میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ سے استقامت، صبر، عزم اور حق گوئی کا درس حاصل کرنے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



مسئلۂ "علیہ السلام"

حضرت بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال کیا گیا جو کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نام کے ساتھ علیہ السلام استعمال کرنے کے متعلق تھا؛ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا پیارا جواب عنایت فرمایا جس میں آپ نے پہلے تو اس بات کی تصریح فرمائی کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اور اتنا سخت نہیں کہ اگر کسی سنی نے روافض کی تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ محبت میں ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال کیا تو کوئی بہت بڑا جرم نہیں ہو گیا اور اس قسم کے مسائل میں ہنگامہ بے سود بلکہ باعث فتنہ ہے جس سے رافضیوں اور خارجیوں کو تو فائدہ ہو سکتا ہے لیکن اہل سنت و جماعت کو نہیں۔ (ملخصاً: فتاوی بحر العلوم، جلد:۵، صفحہ: ۳۱۱۔ محفلِ تحقیق، جلد: ۱، صفحہ: 61)

منقبت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زمانے میں چلا سکہ حسین ابن علی کا ہے
جدھر دیکھو اُدھر چرچا حسین ابن علی کا ہے

نبی نانا، چچا جعفر، بہن زینب ہے ماں زہرا
بڑا بھائی حسن کس کا ؟ حسین ابن علی کا ہے

لٹانا گھر کٹانا سر گوارا ہے کسے لوگو
ہاں یہ ایثار کا جذبہ حسین ابن علی کا ہے

کبھی اصغر تڑپتا تو کبھی اکبر لہو سے تر
کہ زخموں سے بھرا سینہ، حسین ابن علی کا ہے

نہ جھکنا ظلم کے آگے، نہ رشتہ اہل باطل سے
شریعت کا یہی فتویٰ، حسین ابن علی کا ہے

نسب دیکھو، حسب دیکھو، بڑی عظمت، بڑی رفعت
مَلک میں بھی بڑا شہرہ حسین ابن علی کا ہے

قلم بھی رو پڑا سن کر، ظفرؔ قصہ بَہتّر کا
غموں پر مشتمل قصہ حسین ابن علی کا ہے

از قلم: محمد ظفر اللہ ضیا رضوی اتر دیناج پور بنگال



محفلِ تحقیق کے سوال و جواب

مرتب: محمد فیض علی مصباحی

(۱) افضل البشر بعد الانبیاء کون؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس بارے میں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سب سے افضل کون ہیں؟

سائل: محمد عالم

الجواب

مجیب: حسنین رضا قادری

انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہستی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت، فضیلتِ مطلقہ ہے۔ اور اس اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سے جو قرب و وجاہت، عزت و کرامت، علوِ شان و رفعتِ مکان حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، کسی اور کو حاصل نہیں، حسب و نسب یا خلافت کے اعتبار سے یہ فضیلت نہیں ہے، لہٰذا آپ کو یہ فضیلت سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کریمین پر بھی حاصل ہے، البتہ بعض جزوی فضیلتیں دیگر ہستیوں کو حاصل ہیں، جیسے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین ہونے کا شرف یقیناً والدین کریمین رضی اللہ عنہما ہی کو حاصل ہے۔ اسی طرح دیگر کئی جزوی فضیلتیں ایسی ہیں، جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں، لیکن دیگر اصحاب کو حاصل ہیں انھی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں جن کو جزوی فضیلتیں حاصل ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونا اسی طرح آپ کا سید السادات ہونا، لیکن اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلتِ مطلقہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

امام ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات ۳۶۵ھ) حدیثِ پاک نقل کرتے ہیں:

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر وعمر خير الأولين وخير الآخرين وخير أهل السماوات وخير أهل الأرضين إلا النبيين والمرسلين“

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پہلے والوں اور بعد والوں، زمین والوں اور آسمان والوں میں سے انبیاء و مرسلین کے علاوہ باقی تمام سے بہترین ہیں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، ج:۲، ص:۴۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

افضلیت سے مراد کیا ہے؟

اس سے متعلق علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”هما أعلى المؤمنين صفة وأعظمهم بعد الأنبياء قدرا“

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق و فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما مومنین میں سے سب سے زیادہ صفت کے اعتبار سے اعلیٰ ہیں اور (بارگاہِ الٰہی میں) انبیاء کے بعد مومنین میں سے سب سے بڑی قدر و منزلت والے ہیں۔

(التیسیر شرح جامع الصغیر، جلد:2، صفحہ:172، مطبوعہ بیروت)
نسب کے اعتبار سے یہ فضیلت نہیں، جیسا کہ شرح عقائد کی شرح نبراس میں ہے:

”ذکر المحققون ان فضیلۃ المبحوث عنہا فی الکلام ھی کثرۃ الثواب ای عظم الجزاء علی اعمال الخیر لا شرف النسب“

ترجمہ: محققین نے ذکر کیا ہے کہ جس فضیلت سے متعلق ہم بات کر رہے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ ثواب کا زیادہ ہونا اور اعمالِ صالحہ پر جزا کا عظیم ہونا، نہ کہ نسب کے اعتبار سے شرف حاصل ہونا۔ (النبراس، افضل البشر بعد الانبیاء الخ، صفحہ 299، مطبوعہ ملتان)

[ماخذ : اَلْعَطَایَا الْاَشْرَفِیَّۃ فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْہِیَّۃ (معروف بہ محفلِ تحقیق) جلد : 1 صفحہ : 277 تا 279]

(٢)”شاہ است حسین بادشاہ است حسین“

سوال: ”شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین“

یہ کس کا شعر ہے؟ عوام اسے حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: شیخ احمد رضا

الجواب

مجیب: محمد فاضل وندھانی

اس شعر کو حضرت خواجہ غریب نواز، سیدنا معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب کرنا درست نہیں، کیوں کہ کسی معتبر و مستند کتاب میں اس کی کوئی اصل یا ماخذ نہیں ملتا۔

اسی بارے میں جب حضرت شارحِ بخاری علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کو استفتا بھیجا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں وضاحت فرمائی۔

* فتاویٰ شارحِ بخاری میں مذکور ہے:

”باوجود تتبع تام استقرا حتی الامکان کے تا ہنوز حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ یا ان کے سلسلے کے بزرگوں یا ہندوستان کے معتمد مصنفین کے تصنیفات میں کہیں اس رباعی کا تذکرہ نہیں، قصاص قسم کے واعظین بڑے طمطراق سے اسے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں میں نے ان قصاصین سے پوچھا کہ اس کی کیا سند ہے؟ تو اب تک کوئی بھی اس کی سند نہیں پیش کر سکا کسی نے بازاری رسالوں کا نام لیا کسی نے اور واعظ کا حوالہ دیا غرض کہ اب تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ حضرت سلطانِ ہند رضی اللہ عنہ کی رباعی ہے“۔ (فتاویٰ شارح بخاری (ج:٢، ص:٢٠٥، ٢٠٦) (ملخصاً)۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[ماخذ : اَلْعَطَایَا الْاَشْرَفِیَّۃ فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْہِیَّۃ (معروف بہ محفلِ تحقیق) جلد : 1 صفحہ : 274 تا 275]

(٣)”اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد“

سوال: ”قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد“

اس شعر کا معنی اور مفہوم وضاحت فرمائیں اور شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

سائل: محمد قبلتین رضا

الجواب

مجیب: محمد توصیف رضا

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا در حقیقت وہی کامیاب و فتح یاب ہوئے اور یزید جو بظاہر غلبہ پا گیا لیکن ہمیشہ کے لیے ذلت و رسوائی میں ڈوب گیا جن حرام کاموں اور ناجائز امور کی بنیاد رکھنا چاہتا تھا نہ کر سکا اور تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ برائی و پشیمانی سے یاد کیا جانے والا بن

گیا۔ دوسرے مصرع کا مطلب ہے کہ جب جب حق و باطل کا معرکہ ہوتا ہے وہ معرکہ ہمیں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد تازہ کرتا ہے جو اسلام کی شان بلند کرتا ہے کہ شہید ہونا قبول کیا مگر ایک فاسق کے ہاتھ بیعت نہیں کی۔ ہر کربلا کے بعد کا مطلب یہی ہے کہ جب حق و باطل کی جنگ ہو۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

[ماخذ : اَلْعَطَایَا الْاَشْرَفِیَۃِ فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْہِیَّۃ (معروف بہ محفلِ تحقیق) جلد : 1 صفحہ : 269 تا 270]

(4) تعزیہ کے چبوترے پر فاتحہ پڑھنے والے کی امامت کا مسئلہ

سوال: ایک شخص ہے جو تعزیہ کے چبوترے پر فاتحہ پڑھتا ہے وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

سائل: محمد ارمان رضا

الجواب

مجیب: محمد مشرف علی تیغی

تعزیہ کے چبوترے پر شیرینی رکھ کر نیاز دینا، دلانا رافضیوں کا طریقہ ہے اس لیے اس میں تشبہ بالروافض ہے اور ناجائز و گناہ ہے، نیاز گھر دلائیں تعزیہ کے چبوترے پر ہرگز ہرگز نہ دلائیں ایسا امام جو چبوترے پر رکھی گئی شیرینی پر فاتحہ پڑھتا ہے، امامت کے لائق نہیں۔ ہاں اگر توبہ کرے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی حکم امام باڑے کا بھی ہے۔ (فتاویٰ جامعہ اشرفیہ جلد 5 ، فتاویٰ شارح بخاری فتویٰ نمبر 1841)

واللہ تعالیٰ اعلم

[ماخذ : اَلْعَطَایَا الْاَشْرَفِیَۃِ فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْہِیَّۃ (معروف بہ محفلِ تحقیق) جلد : 1 صفحہ : 269 تا 270]

(5) یزید مسلمان تھا یا کافر، نیز اس پر لعن کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے تعلق سے کہ "یزید" کے متعلق جن حضرات کا یہ عقیدہ ہے (یعنی جو اس بات کے قائل ہیں) کہ وہ مومن تھا مثلاً، امام شافعی، امام جلال الدین اور امام مکی ہیتمی وغیرہم من علماءِ الشعوفع تو اگر دیکھا جائے تو اس کا شمار تابعین میں کیا جائے گا؟ تو کیا ایمان کے قائلین پر یزید کی تنظیم کرنا لازم و ضروری ہے یا پھر یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے اس کی تابعیت پر کچھ فرق آئے گا؟ نیز ہم احناف کے نزدیک نہ وہ مومن ہے نہ کافر تو کیا اس پر طعن و تشنیع کرنا روا ہوگا؟ تمام اقوال کے دلائل دیں، عین نوازش ہوگی۔

سائل: ظفر احمد

الجواب

مجیب: محمد فاضل وندھانی

اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ یزید پلید علیہ ما یستحقہ عند العزیز الحمید یقیناً و قطعاً جزماً سخت فاسق و فاجر، ظالم و جابر حاکم اور جری علی الکبائر تھا لیکن اس کا کافر ہونا متفق علیہ نہیں، اس کی تکفیر و لعن میں علماءِ اہل سنت کے تین گروہ ہیں۔

گروہ اول: یزید مومن ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

اول: اس کے کافر ہونے پر کوئی دلیل ظنی بھی نہیں چہ جائیکہ دلیل قطعی ہو، اس لئے اس پر لعن کرنا ناجائز و ممنوع ہے۔

ثانیاً: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اہل قبلہ پر لعن کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ثالثاً: اگرچہ یزید فاسق و فاجر ہے لیکن ہمارے ائمہ کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ کسی مسلمان فاسق و فاجر، جری علی الکبائر پر بالتعین طعن کرنا جائز نہیں۔

رابعاً: اگرچہ ہم یہ بات تسلیم کریں کہ یزید نے ہی امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کے قتل کا حکم دیا تھا اور اس سے خوش بھی تھا، مگر اس پر کوئی یقینی دلیل نہیں کہ اس نے قتل کو حلال جان کر ایسا کیا تھا بلکہ بہت ممکن کہ اس نے تاویلاً ایسا کیا ہو، اگرچہ وہ تاویل فاسد و کاسد تھی۔ لہٰذا اس کا یہ فعل فسق و فجور ضرور ہے لیکن اس کے سبب وہ کافر نہیں۔

خامساً: ہوسکتا ہے کہ مرنے سے قبل اس نے توبہ کرلی ہو کہ تا دم غرغرہ توبہ و رجوع مقبول ہے۔

یہ موقف حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، امام محمد بن ادریس شافعی، علامہ ابن صلاح، تقی الدین احمد بن ابن تیمیہ حرانی اور علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی مکی شافعی وغیرہم کا ہے۔

گروہِ ثانی: یزید پلید کافر ہے، لہٰذا اس پر لعن کرنا جائز و درست ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

اولاً: یزید پلید نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کہا: میں نے ان کو اس کا بدلہ دیا جو انہوں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں کے ساتھ جنگ بدر میں کیا تھا اور یہ بات یقیناً کفر ہے۔

ثانیاً: اس روسیاہ سے ایسے افعال و اقوال منقول ہیں جو کفر و ارتداد پر صریح دلال ہیں جیسے شراب کا استحلال اور حرام کاری کا اس کے زمانے میں علانیہ جاری ہونا۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴾

ترجمہ: ''تو کیا تمھارے یہ لچھن (انداز) نظر آتے ہیں کہ اگر تمھیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انھیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں''۔ [محمد: 23]

بالیقین یزید پلید والیِ ملک تھا اور اس نے زمین میں فساد برپا کیا، چناں چہ تاریخ شاہد ہے کہ اسی نے حرمین شریفین پر چڑھائی کے لیے ایک لشکرِ جرار بھیجا، جس نے حرمین شریفین کی بے حرمتیاں کیں، غلافِ کعبہ معظمہ کو جلایا، کعبہ شریف پر پتھر بازی کی، مدینہ طیبہ کی پارسا و پاک باز پردہ نشین خواتینِ اسلام کو اپنے لشکر کے لیے تین شبانہ روز مباح رکھا، مسجدِ نبوی شریف کو تین دنوں تک بے اذان و نماز رکھا، مسجدِ نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، ان کی لیدوں سے اس کے در و دیوار کو آلودہ کیا، سینکڑوں صحابۂ کرام و تابعینِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ناحق شہید کیا نیز اسی کے ایما و اشارہ پر اس کی فوج نے امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ (جن کو حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے نازوں سے پالا تھا) کی شہادت کے بعد ان کی استخوانِ مبارک پر گھوڑے دوڑائے، جس سے استخوانِ مبارک چورچور ہو گئے، لہٰذا ایسا شخص ضرور فسادی، کافر اور قابلِ لعن ہے۔ یہ موقف امام احمد بن حنبل اور ان کے اتباع و موافقین مثل امام ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن جوزی حنبلی، قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسین فراء، علامہ ابن عقیل آلوسی و علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی شافعی اور قاضی محمد بن علی شوکانی وغیرہم کا ہے۔

گروہِ ثالث: توقف۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

یزید کے کفر کے بارے میں سکوت کیا جائے کہ اس کا فسق و فجور متواتر تو ہے لیکن اس کا کفر متواتر نہیں، لہٰذا اس کا تقاضا یہی ہے کہ نہ اس پر لعن کی جائے نہ اسے مومن یا کافر کہا جائے۔

یہی ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا موقف ہے اور یہی اسلم وانسب اور احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان محقق بریلوی قدس سرہ اپنے امام کے اتباع وپیروی میں اس کے قائل تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے البتہ اگر کوئی حنفی یزید پلید پر لعن کرے تو اسے اس سے روکیں گے کہ مقلد کو مسئلہ یزید میں بھی تقلید سے قدم باہر نکالنا مناسب نہیں مگر اس پر الزامِ کفر نہیں کہ امام احمد بن حنبل و دیگر اجلہ اکابر اہل سنت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک وہ مستحقِ لعن ہے کما مر مفصلاً۔

ان تمام مذاہب کو ذکر کرتے ہوئے امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"قالت طائفة: "ليس (يزيد) بكافر فان الاسباب الموجبة للكفر ــــــــــ بانه مسلم فهو فاسق شرير سكير"

ترجمہ: یعنی ایک گروہ نے کہا کہ یزید کافر نہیں ہے کیوں کہ کفر کو ثابت کرنے والے اسباب میں سے کوئی بھی سبب ہمارے نزدیک اس سے ثابت نہیں، تو وہ اصل میں مسلمان رہے گا یہاں تک کہ کوئی ایسی بات پائی جائے جو اسے اسلام سے خارج کرے اور جو مشہور بات (یعنی یزید پلید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر اپنی چھڑی مارتا اور کہتا کہ آج میں نے اپنے اکابر کا بدلہ لے لیا جن کو ان لوگوں نے جنگِ بدر میں قتل کیا تھا) گزری اس کے معارض بھی مروی ہے، وہ یہ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا، تو اس نے کہا: اے حسین! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جو نسبی رشتہ داروں کے حقوق سے نا آشنا ہے، یزید نے ابنِ زیاد کے عمل کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ اس نے ہر نیک و بد کے دل میں میری عداوت پیدا کر دی اور یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو مع سرِ اقدس کے مدینہ مقدسہ بھیج دیا تاکہ وہاں سرِ مبارک کو سپردِ خاک کیا جائے۔ اور تو جانتا ہے کہ دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بھی ثابت نہیں اور اصل میں وہ مسلمان ہے تو ہم اسی اصل کو لیں گے جب تک ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہ ہو جو اس کو اسلام سے خارج کرے، اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ صحیح و درست بات یہی ہے کہ اس کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے اور اس کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، اس لیے کہ وہی پوشیدہ باتوں سے باخبر، راز و نیاز اور دل کے خطرات سے آگاہ ہے، لہٰذا اہم اس کی تکفیر میں بالکل نہیں پڑیں گے اس لیے کہ یہی اولیٰ و احریٰ ہے، اور یہ جو کہا گیا کہ وہ مسلمان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساتھ ہی ساتھ فاسق و فاجر اور ظالم و جابر بھی ہے۔

(الصواعق المحرقة في الرد على اهل البدع والزندقة، ص ۵۹۳ تا ۵۹۹، ملخصاً۔)

نیز علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''انما اختلفوا في يزيد بن معاوية ــــــــــ لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه۔''

ترجمہ: یزید بن معاویہ کے بارے میں علما کا اختلاف ہے یہاں تک کہ خلاصہ وغیرہما میں مذکور ہے کہ اس (یزید) پر اور حجاج بن یوسف پر لعن مناسب نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیوں اور اہل قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور بعض اہل قبلہ پر لعنت جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے وہ تمام احوال جانتے تھے جو دوسرے نہیں جانتے ہیں، اور بعض علما نے اس پر مطلقاً لعن کو جائز کہا اس لیے کہ وہ اس وقت کافر ہو گیا جب اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا، ہاں! علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اس طرح کہا جا سکتا ہے: اللہ کی لعنت ہو ان کے قاتلوں، قتل کا حکم دینے والوں، قتل کی اجازت دینے والوں اور اس سے راضی اور خوش ہونے والوں پر اور حق تو یہ ہے کہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کی رضا، اس کا خوش ہونا اور اہلِ بیت اطہار کی توہین کرنا یہ سب متواتر المعنی ہیں اگرچہ اس کی تفصیلات احاد سے ہیں، پس ہم اس کے معاملہ میں بلکہ اس کے ایمان میں توقف نہیں کرتے اس پر اور اس کی حمایت کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(شرح العقائد مع جمع الفرائد: الاختلاف في يزيد بن معاوية، ص ۱۵۶ تا ۱۵۷۔)

اب رہا اس کی تابعیت کا مسئلہ، تو تابعی ہونا یہ اللہ رب العزت کا فضل ہے کہ جسے چاہا اس شرف سے مشرف فرمایا۔

تابعی اسے کہتے ہیں جس نے حالتِ ایمان میں کسی صحابی سے ملاقات کیا، اب تابعی ہو کر فسق و فجور کرنا یہ تابعیت کے منافی تو نہیں البتہ تابعی سے فسق و فجور رواں ہے، لیکن محفوظ بفضلہ تعالیٰ ہوتے ہیں۔ اب رہ گئی بات اس کی تابعیت میں فرق آنے کی تو فاسق و فاجر یقیناً لائقِ تعظیم نہیں کہ اگر تابعی سے فسق ثابت ہو اور وہ اصرار کرے، یعنی توبہ نہ کرے، تو اسے فاسق کہا جائے گا۔ لیکن اگر اس نے توبہ کر لی ہو، تو وہ عدالت (دیانت و تقویٰ) پر واپس آجاتا ہے۔ اخیر میں لعنت کی بھی وضاحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

احسن الوعاء میں ہے:

''لعنت'' لغت میں بمعنی طرد و ابعاد کے ہیں، اور اہل شریعت کبھی اس سے طرد و ابعادِ رحمت الٰہی و بہشت اور کبھی طرد و ابعادِ جنابِ قرب اور رحمتِ خاص و درجۂ سابقین سے مراد لیتے ہیں۔

نیز ردالمحتار میں ہے:

''لعنت کی حقیقت: رحمت سے دور کرنا اور یہ صرف کافر کے لیے ہے، لہٰذا کسی شخصِ معین پر جس کا کفر پر خاتمہ کسی دلیل سے معلوم نہ ہو، لعنت کرنا جائز نہیں اگرچہ فاسق مجاہر ہو، جیسے یزید بر قولِ معتمد، برخلافِ ابلیس، ابوجہل وغیرہ کے کہ ان پر لعنتِ شخصی جائز ہے۔ یوں ہی غیر معین افراد پر بھی لعنت جائز ہے جیسے کہ ظالموں اور جھوٹوں پر لعنت ہو، کیوں کہ مراد جنس ہے اور اس کے افراد میں ایسے بھی ہیں جو کفر پر مرے ہیں، لہٰذا لعنت اس سے نفرت دلانے اور ڈرانے کے لیے ہوگی کہ یہ کفار کا وصف ہے، نہ کہ اس جنس کے افراد میں سے ہر فرد پر لعنت کرنے کے لیے کہ جب شخصِ واحد پر علیٰ التعیین لعنت جائز نہیں مثلاً اس طرح کہ اس ظالم پر اللہ کی لعنت، تو بھلا ظالمین کے افراد میں سے ہر فرد کا حال ہی کیا پوچھنا۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب فی حیلۃ إسقاط الخ، ج۳، ص: ۴۱۶)

جب لعنت کا حکم واضح ہو گیا کہ کسی کافر کے لیے بھی نام لے کر جائز نہیں جس کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم نہ ہو، اگرچہ زندگی بھر کفر کی گندگی میں ملوث رہا ہو، تو بھلا یزید پر لعنت کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے کہ اس کا کفر تو مختلف فیہ ہے کہ امام احمد بن حنبل اور ان کے ہمنوا اس کے کفر کے قائل ہیں اور امام غزالی اور کچھ علما اس کے ایمان کے قائل ہیں اور محققین کی جماعت جن میں ہمارے امامِ اعظم ہیں۔ سکوت کے قائل ہیں کہ نہ اسے مومن کہیں نہ کافر۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کے علاوہ اپنے رسالہ مبارکہ ''ذیل المدعا لاحسن الوعاء'' (۱) کی ساتویں فصل میں بھی اس موضوع پر بقدرِ کفایت کلام فرمایا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

[ماخذ : اَلْعَطَایَا الْاَشْرَفِیّۃ فِی الْمَسَائِلِ الْفِقْهِیَّۃ (معروف بہ محفلِ تحقیق) جلد : 1 صفحہ : 92 تا 99]



قسط: دوم

خدا کے وجود کا عقلی اثبات

مع اردو و انگریزی مصطلحات

محمد فاضل وندھانی مصباحی، ناندیڈ مہاراشٹر

بسم اللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ

پہلی قسط میں ہم نے اسلامی فلسفہ، علم کلام اور عقلی منطق کی روشنی میں برہان امکان و وجوب کے ذریعہ وجود باری تعالیٰ کے عقلی اثبات کو واضح اور مدلل انداز میں یوں پیش کیا تھا کہ کائنات اور اس کی تمام موجودات ممکن الوجود ہیں اور اپنے وجود میں کسی سبب اور علت کی محتاج ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کیا تھا کہ لامتناہی تسلسل علل محال ہے اس لیے ایک ایسی ہستی کا ہونا لازم ہے جو خود کسی کی محتاج نہ ہو بلکہ سب کی علت ہو۔ اسی ہستی کو واجب الوجود کہا جاتا ہے جو ازلی ابدی غیر مخلوق اور سب کا خالق ہے۔

آئیے اب قسط دوم میں وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کی ایک اور اہم عقلی دلیل کی طرف بڑھتے ہیں۔

(۲) برہانِ نظم

(Argument from Design / Teleological Argument)

بریانِ نظم کیا ہے؟

برہان نظم اس عقلی دلیل (Rational Argument) کو کہتے ہیں جس کی بنیاد یہ مشاہدہ (Observation) ہے کہ کائنات میں ہر شے ایک خاص نظم (Order)، ترتیب (Arrangement) تناسب (Proportion / Balance) اور مقصد (Purpose / Teleology) کے ساتھ موجود ہے اور ایسا کامل نظم کسی اندھی (Blind) بے شعور (Unconscious) یا اتفاقی قوت (Chance / Randomness) کا نتیجہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے پیچھے علم، حکمت (Wisdom)، ارادہ (Will / Intention) اور قدرت کا ہونا عقلاً ضروری ہے۔

کائنات میں ہمہ گیر نظم، ترتیب اور مقصدیت کیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

(Universal Order and Purpose in the Universe)

(1) کائناتی نظم (Cosmic Order)

سورج اور زمین کا باہمی فاصلہ اتنا دقیق (Precise / Fine-Tuned) ہے کہ ذرا سا کم ہو تو زمین جل جائے ذرا سا زیادہ ہو تو زندگی منجمد ہو جائے دن اور رات کا نظام (Day–Night System) موسموں کی گردش (Seasonal Cycle)، چاند کا زمین پر اثر (Lunar Influence) (سمندر کی لہریں، موسم) یہ سب ایک انتہائی متوازن (Fine-Tuned System) نظام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

صانعِ عالم ارشاد فرماتا ہے:

ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرّحمن: ۵)

ترجمہ: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ (کنزالایمان)

(2) حیاتیاتی نظم (انسانی جسم)

(Biological Order – Human Body)

انسانی جسم پر غور کیجیے؛

دل: مسلسل خون پمپ کرتا ہے (Heart – Continuous Pumping System)

دماغ: اربوں نیورونز کا منظم نظام (Brain – Neural Network)

آنکھ: روشنی زاویہ فاصلے کو پہچانتی ہے (Vision System)
کان: آواز کی لہروں کو معنی میں بدلتا ہے (Auditory Processing System) یہ سب نظام خودکار (Automatic) بھی ہیں مربوط (Integrated) بھی مقصدی (Purpose-Driven) بھی۔

خالق کائنات کا ارشاد عالیشان ہے:

الَّذِی خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِی قَدَّرَ فَهَدٰی (الأعلى: ۲-۳)

ترجمہ: جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔ اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔ (صراط الجنان)

(۲) معلوماتی نظم اور ڈی ان اے (DNA and Informational Order)

ڈی ان اے (D.N.A) محض مادہ نہیں بلکہ Information Code ہے:
ایک خلیے میں مکمل جسم کی معلومات (Complete Biological Information) رنگ، قد، صلاحیتیں سب محفوظ۔ یہ معلومات نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں (Genetic Transmission)۔ اور معلومات (Information) ہمیشہ کسی صاحب علم (Intelligent Source) سے آتی ہیں۔

خالق انس و جاں کا ارشاد ہے:

أَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیفُ الْخَبِیرُ (الملك: ۱٤)

ترجمہ: کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔ (المرجع السابق)

اتنا اعلیٰ نظم کسی "عقلِ کل" (Universal Intelligence) کے بغیر ممکن نہیں۔ ہماری عقل (Human Reason) ایک قطعی اصول (Logical Principle) پیش کرتی ہے منظّم اثر (Ordered Effect) جو ہے وہ منظّم فاعل (Intelligent Cause) کا محتاج ہوتا ہے۔ یعنی اگر نظام میں شعور (Consciousness) نظر آئے تو بنانے والے میں شعور ہونا لازم ہے۔

گھڑی کی مثال (Watch Analogy) سے سمجھیں کہ اگر آپ کو راستے میں ایک گھڑی ملے تو آپ فوراً مان لیں گے کہ یہ خود نہیں بنی کسی گھڑی ساز (Designer / Maker) نے بنائی ہے۔ حالاں کہ گھڑی کائنات کے مقابلے میں بہت سادہ (Simple) ہے۔ تو پھر کائنات جیسا عظیم، پیچیدہ (Complex) اور ہمہ گیر (Universal) نظام کیسے بغیر خالق (Creator) کے مان لیا جائے؟

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ اتفاق (Chance) سے بھی یہ سب ہو سکتا ہے یا اس طرح کہنا کہ "یہ سب خود بخود ہو گیا" یہ عقل (Reason) کے خلاف ہے۔

رب قدیر کا ارشاد ہے:

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ (الطور: ۳۵)

ترجمہ: کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا ہو گئے؟ یا وہ خود ہی خالق ہیں؟

ان تمام سے عقل یہی نتیجہ (Logical Conclusion) نکالتی ہے کہ کائنات میں نظم (Order) ہے، تناسب (Balance) ہے، مقصد (Purpose) ہے، حکمت (Wisdom) ہے اور یہ سب علم (Knowledge) کے بغیر نہیں ہوتا، ارادے (Will) کے بغیر نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایک علیم (All-Knowing)، حکیم (All-Wise)، قادر (All-Powerful) اور صاحبِ ارادہ (Volitional Being) ذات کا وجود (Existence of God) عقلاً لازم ہے۔

وہ ذات کون ہے؟ آئیں کلام ربانی (Divine Revelation) سے دریافت کرتے ہیں تو جواب آئے گا:

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ أَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (النمل: ۸۸)

ترجمہ: یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز۔ (سابق)

کائنات کا منظّم، مقصدی اور حکیمانہ نظام اس بات کا قطعی ثبوت (Definitive Proof) ہے کہ اس کا خالق ایک "عقل کل" (Universal Intelligence) ہے اور وہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا (Creator of the Universe) ہے۔

ماخوز: شرح العقائد نسفیہ، The Nasafi Creed [شرح عقائد کا انگریزی نسخہ) اور انٹرنیٹ۔

اتحاد زندگی اور اختلاف موت

محمد طاہر القادری (متعلم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

کسی بھی قوم یا معاشرے کی ترقی اُسی وقت ممکن ہے جب کہ عقیدۂ سلیمہ کے ساتھ آپس میں یکجہتی اور باہمی اتحاد و اتفاق بھی ہو، کیوں کہ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہدِ عدل ہیں کہ مسلمان جب متحد تھے تو دنیا کی قیادت اُنہی کے ہاتھوں میں تھی اور ماضی میں وہی قومیں ترقی و کامیابی کی منزل پر گامزن ہوئیں جنہوں نے اتحاد کا دامن تھامے رکھا اور آپس میں باہمی موافقت رکھی۔

استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا بڑا مشہور قول ہے: "اتحاد زندگی اور اختلاف موت ہے" یہ جملہ بظاہر مختصر ہے مگر اِس کے اندر ایک بڑی حکمت، مستقبل کی کامیابیاں اور ایک بہترین معاشرے کا قیام پوشیدہ ہے۔ چند الفاظ پر مشتمل یہ جملے اگر کسی ایسے ویسے کا کلام ہوتا تو اِس لائق نہ ہوتا کہ اُس پر کسی کلام کی بنیاد رکھی جائے مگر یہ اُس عبقری شخصیت کا قول زرّیں ہے جن کی خدمات کو تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے سَراہا ہے۔ اور ایسے بھی عربی کا ایک مقولہ ہے: "كَلَامُ الْمُلُوكِ مُلُوكُ الْكَلَامِ" ترجمہ: بادشاہوں کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔ یعنی کہنے والا جس قدر باوجاہت اور باعظمت ہوتا ہے اُس کا کلام بھی اُسی قدر وقیع اور باوزن شمار ہوتا ہے۔

حضور حافظ ملت کا مذکورہ بالا فرمانِ عالیشان ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ "اتحاد" فلاح و بہبود کی ضمانت اور "اختلاف" اپنے آپ کو خسارے میں ڈالنا ہے۔ کیوں کہ اختلاف سے دلوں میں نفرت، تفرقہ اور کمزوری پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے دشمن اس کمزوری کا فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ قرآن نے واضح فرمایا:

"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ" (الْاَنفال: 46)
ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمھاری بندھی ہوئی ہوا (قوت) جاتی رہے گی۔

آیا کہ مذاہبِ اربعہ (یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کا اختلاف، تو یہ در حقیقت رحمت، امّت کی آسانی اور ہر طریقے سے ادائے مصطفوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہے: "اختلاف امتی رحمۃ" میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ (کشف الخفاء جلد: 1، صفحہ: 79، حدیث نمبر: 153) علاوہ ازیں اُن ائمہ کے مابین جو اختلاف ہے وہ فقہ کے اعتبار سے فروعی مسائل میں اختلاف ہے نہ کہ عقائد میں، کیونکہ عقائد میں چاروں ائمہ ایک ہیں۔

اسلام میں فقہی فروعی اختلافات کے ہزاروں نظائر ایسے موجود ہیں جو اس کے پیروکاروں کے لیے باعثِ رحمت قرار دیے جاتے ہیں اور آج بھی ایسے اختلافات رحمت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی بنیادیں اخلاص و للّٰہیت پر اُستوار کی گئی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ دلائلِ شرعیہ بھی ان کی پشت پناہی کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اختلافات ان ائمہ و اکابر کے درمیان عداوت کا بیج نہ بو سکے اور ان کے دلوں کے نہاں خانوں میں نفرت کی خلیج کبھی حائل نہ ہو سکی بلکہ اس کے برخلاف وہ باہم اخوت و محبت اور دریا دلی کے مثالی پیکر نظر آتے تھے۔ اختلاف کی دھرتی پر محبت کا یہ خوشنما پودا، آج کے دورِ دشت و انتشار میں ہم سب کے لیے نمونۂ عبرت ہے۔

قرآن مجید میں ہے: " وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَاتَفَرَّقُوا " (اٰلِ عِمرَان: 103)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا(فرقوں میں بٹ نہ جانا) "حَبلِ اللہِ" کی تفسیر میں مفسّرین کے چند اقوال ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول یہ ہے کہ "حَبلُ اللہ" سے جماعت مراد ہے۔ اور فرمایا کہ تم جماعت کو لازم کر لو کہ وہ حَبلُ اللہ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا ہے۔(خزائن العرفان، اٰلِ عِمران، تحت الآیۃ: 103، ملخصًا) اور حدیث شریف میں ہے:" المُؤمِنُ لِلمُؤمِنِ کَالبُنیَانِ یَشُدُّ بَعضُہٗ بَعضًا "(مشکوٰۃ المصابیح، بَابُ الشَّفَقَۃِ وَالرَّحمَۃِ عَلَی الخَلقِ، ص: 421 مجلس برکات) یعنی مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے، ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ اس حدیث پاک کے تحت مفسّر شہیر حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی مؤمنوں کے دنیاوی اور دینی کام ایک دوسرے سے مِل جل کر مکمل ہوتے ہیں، جیسے مکان کی دیواریں ایک دوسرے سے مل کر مکان مکمل کرتی ہے۔(مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد: 6، صفحہ: 430، حدیث نمبر 4955، نعیمی کتب خانہ گجرات)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اتحاد و اتفاق باعث خیر و برکت اور اجتماعی عروج و ارتقا کا موثر ترین ذریعہ ہے جبکہ افتراق و انتشار تباہی و بربادی کا سبب ہے، تو چاہیے کہ ہم اتحاد اور اُس کی نوعیت کو سمجھیں تاکہ آپس میں اخوت و محبت اور ایک مضبوط و مستحکم قوم کی شکل میں برقرار رہیں۔ لہٰذا ہمیں فکرِ رضا کی روشنی میں متحد ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ایک قوی و مستحکم قوم کی مثال بن سکیں۔ اللہ جل مجدہ الکریم سے دعا ہے کہ ہم سبھی کو فرمانِ حضور حافظ ملت:" اتحاد زندگی اور اختلاف موت ہے " کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے اختلاف سے بچنے اور اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم۔



لکھنا کیوں ضروری ہے؟

غلام رسول، کشن گنجوی (متعلم: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے اپنے خیالات قلم بند کریں، تخلیقی سرگرمیوں کی طرف مائل کریں، قلم بند کا سلسلہ کائنات کے وجود ہی سے ہے جبکہ قلم نے بحکم الٰہی جو کچھ ہو چکا اور جو ابد تک ہوگا تحریر کیا۔

اور جب یہ سلسلہ دراز ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذہن و دماغ پہاڑ کے مانند مستحکم و مضبوط ہونے کے باوجود قیامت تک کیلئے جان کائنات ﷺ کے قول و فعل کو قلم بند فرمایا، یہ وہ عظیم عبادت ہے، جس کے ذریعے ہمارے ہزاروں بزرگان دین بشکل کتاب ہمارے درمیان کروڑوں سالوں سے زندہ ہیں، یہی وہ عظیم مقصد ہے، جس کے ذریعے کتابیں لکھی گئ اور علم کی اشاعت ہوئ۔

ایک لکھاری کسی بھی معاشرے کا چہرہ ہوتا ہے، جو مشاہدے کی طاقت سے معاشرے اور اس میں ہونے والے تمام افعال کو الفاظ کی تصویر پہناتا ہے۔ لکھاریوں کی اکثریت خود کو بے لوث معاشرے کے لیے وقف کیے رکھتی ہے، جس بنا پر یقینا ان کو بہت ہی معزز اور قوم کا فخر سمجھا جاتا ہے،

ماہرین آپ کے دماغ کے اندر جذبات اور احساسات کی باتوں کو بوتل میں بند کوئ توانائ سمجھتے ہیں کہ جو باہر آجائے تو آپ کی شخصیت میں بہتری لا سکتا ہے بعض ڈاکٹروں کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر آپ لکھنا شروع کر دیں تو ذہنی صحت بہتر ہوگی اور اس

سے آپ کو خود کو تلاش کرنے میں بھی مدد ملے گی ۔ ایک اچھا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خود اعتمادی بڑھانے سے لے کر بہتر فیصلے کرنے تک کی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے ۔

ہاں البتہ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ لکھنے کے لیے پڑھنا بہت ضروری ہے۔ مطالعہ لکھنے کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور آپ بخوبی جانتے ہوں گے کہ آج کل مطالعہ کا کیا فقدان ہے ؟

لغت میں مطالعہ کا معنی یہ لکھا ہے کہ کسی چیز کو اس سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے دیکھنا ، اور علامہ غلام نصیرالدین صاحب نے اس لحاظ سے دل چسپ نکتے بیان فرمائے ہیں جو قابل ذکر ہے چنانچہ موصوف رقم طراز ہیں :

مطالعہ کا مادہ "طلوع" سے ہے اور طلوع پردہ غیب سے عالم ظہور میں آنے کو کہتے ہیں ، اسی لیے کہا جاتا ہے : طلعت الشمس یعنی سورج عالم غیب سے عالم ظہور میں نمودار ہوا اور مطالعہ باب " مفاعلہ " سے ہے اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے علم کو کہتے ہیں۔

اب مطالعہ کا معنی یہ ہوا کہ ادھر طالب علم نے اپنی پوری توجہ کتاب کی طرف مبذول کی ، ادھر کتاب نے طالب کو اپنے فیوض وبرکات سے نوازا اور اب دونوں کے گہرے رابطہ سے کام بن گیا ۔

مطالعہ کے تمام فوائد کو احاطے تحریر میں لانا ممکن نہیں البتہ ان فوائد میں سے چند فائدے تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ کسی قدر مطالعہ کیلیے رغبت و تحریک پیدا کیا جاسکے ۔

- مطالعہ ذوق میں بالیدگی ، طبیعت میں نشاط ،نگاہوں میں تیزی اور ذہن و دماغ کو تازگی عطا کرتا ہے ۔ جس طرح ایک اچھا دوست ہمیں پر لطف باتوں ، دلچسپ نکات اور حیرت و استعجاب میں ڈالنے والے حقائق بتا کر "تروتازہ" کردیتا ہے نیز جس سے ذوق ، طبیعت اور ذہن و دماغ میں ایک نئی روح اور نیا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح کتاب بھی ایک اچھے رفیق و ساتھی جیسا کردار ادا کرتی ہے ۔
- مطالعہ انسان کی شخصیت کو نکھارتا ہے اور پر کشش بنا دیتا ہے، مطالعہ دماغ کی ورزش ہے اس سے دماغ تیز ہوتا ہے ۔
- مطالعہ انسان کو مختلف قوموں کے حالات اور ان کی تہذیب وثقافت وغیرہ سے آگاہی بخشتا ہے ۔ اسی اگاہی کے تناظر میں انسان اپنی اور دیگر تہذیبوں کا تقابل کرتا ہے اور وجہ ترجیح تلاش کرتا ہے ۔ اب یا تو اپنی تہذیب پر مزید پختہ ہوجاتا ہے یا پھر اسے خیر باد کہکر دوسری تہذیب کو اختیار کرلیتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ تحریر و تبلیغ کے ذریعے جب اسلامی خوبیوں اور اسلامی تہذیب سے لوگ روشناس ہوئے تو اپنی اپنی تہذیبوں کو ترک کر کے جوق درجوق اسلام کے دامن امن سے وابستہ ہوگئے ۔

کتاب بینی یعنی مطالعہ ہماری تنہائی ، کا بہترین ساتھی ہے، فارسی کا ایک مشہور قول ہے ، وہ کتاب سے بہتر کوئی ہم نشین تلاش کرنا فضول ہے یہ ہر موقع پر ہی ساتھی اور رفیق ہے۔

ایک شاعر کا قول ہے ؛

حصولِ علم ہے ہر اک فعل سے بہتر
دوست نہیں ہے کوئی کتاب سے بہتر

قصہ مختصر آپ فطری لکھاری ہیں یا بالقوہ لکھنے کی صلاحیت حاصل کی ہے، دونوں صورتوں میں لازم ہے کہ آپ پڑھیں۔ مشاہدہ کی حس کو بیدار کریں، پھر لکھیں۔ تخیل کا گھوڑا دوڑائیں، لکھیں اور لکھتے چلے جائیں، آپ کو پڑھا جائے گا۔ بقول شخصے آپ قلم کو زندہ رکھیں قلم آپ کو زندہ رکھے گا۔



رافضی کون ؟

ارشد رضا مدنی، لکھنوی (مدرس جامعۃ المدینہ لکھنؤ)

اسلامی تاریخ کا مطالعہ جہاں ہمیں فتوحات کی داستانیں سناتا ہے، وہاں عہدِ رسالت کے بعدپیدا ہونے والے مختلف فتنوں سے بھی روشناس کراتا ہے۔ انھی فتنوں میں ایک ابھرتا ہوا فتنہ رافضیت ہے، جس کو رفض یا رافضہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ گروہ حبِ اہل بیت کی آڑ میں جلیل القدر صحابہ کرام، بالخصوص خلفائے راشدین کا صراحتاً دشمن ہے؛ بلکہ یہ تو خلفائے راشدین کی خلافت کو "خلافتِ غاصبہ" کہتا ہے، اور ان کے معمولات میں صحابہ پر تبراء اور دیگر گستاخیاں شامل ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

لغوی اعتبار سے رفض کے معنی "الترک" یعنی چھوڑنے کے ہیں۔ ہر وہ گروہ جس نے اپنے قائد کو چھوڑ دیا ہو، اسے رافضہ کہا جاتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: "رَفَضَ یَرْفِضُ رَفْضًا" یعنی اس نے ترک کر دیا۔

اصطلاحی طور پر یہ لفظ مخصوص عقائد اور نظریات رکھنے والے اس گروہ پر بولا جاتا ہے جنہوں نے شیخین کریمین اور اکثر صحابہ کرام کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ خلافت نبی کریم ﷺ کی نص کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ہے، اور ان کے علاوہ دوسروں کی خلافت باطل ہے۔ (القاموس المحیط، ص ۳٤٤)

نام پڑنے کی وجہ اور تاریخی پس منظر:

در اصل یہ شیعہ کا ہی ایک گروہ ہے جس کو رافضی کہا جاتا ہے۔ اس نام کے پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اہل عراق نے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید بن علی کی زبانِ فیض ترجمان سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی تعریف اور مدح سنی، تو کہنے لگے کہ یقیناً آپ ہمارے امام نہیں ہیں اور امام ہمارے ہاتھ سے گیا۔ ان کا مقصود تھا کہ آج کے دن سے ان سے ہمارا ہاتھ گیا۔

جس پر حضرت زید نے فرمایا کہ آج سے یہ لوگ "رافضی" بن گئے؛ یعنی ہمیں آج کے دن سے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ بس اسی وقت سے اس جماعت کو رافضی کہا جانے لگا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ص ۱۷۸، الناشر: دار ابن کثیر، دمشق - بیروت)

قرآنِ کریم کی روشنی میں رافضیت کا رد:

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ

ترجمہ کنز الایمان: سنتا ہے! وہی (صحابہ کو برا بھلا کہنے والے) احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔ (القرآن، سورۃ البقرہ، آیت: ۱۳)

اس آیتِ کریمہ کے تحت معلوم ہوا کہ صالحین کو بُرا کہنا اہل باطل کا قدیم طریقہ ہے؛ آج کل کے باطل فرقے بھی پچھلے بزرگوں کو بُرا کہتے ہیں، جیسے روافض خلفائے راشدین اور بہت سے صحابہ کو۔" (خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان، ص ۷، مکتبۃ المدینہ)

احادیثِ کریمہ کی روشنی میں فتنۂ رافضیت:

ان کے بدترین عقائد کو سماعت کرنے سے پہلے ان کو چند احادیثِ کریمہ سے سمجھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے کس بدترین گروہ سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "آخری زمانے میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کو 'رافضہ' کہا جائے گا۔ جو کوئی انہیں پائے، وہ ان سے قتال کرے کیونکہ وہ مشرک ہیں۔" (تاریخ بغداد

- ت بشار- الخطیب البغدادي، ج ۳، ص ۱۳۵)

مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: "آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جسے رافضی کہا جائے گا، اسی نام سے ان کو پہچانا جائے گا، وہ ہمارے شیعہ ہونے کا دعوی کریں گے حالانکہ وہ ہمارے شیعہ نہیں ہوں گے؛ ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکر و عمر کو گالیاں دیں گے، تم انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو، بلاشبہ وہ مشرک ہیں۔" (معالم التنزیل، الصارم المسلول، ص ۳۷۳)

فتنۂ رافضیت کے چند عقائد و نظریات:

ابو عبد اللہ نقشبندی صاحب نے اپنی کتاب "شیعہ اسلام کی نظر میں" میں چند عقائد رافضیہ کو ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہوں:

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کبھی کبھی جھوٹ بھی بولتا ہے اور غلطی بھی کرتا ہے (بحوالہ: اصول کافی، جلد 1، صفحہ نمبر 328، محمد بن یعقوب بن اسحق کلینی)۔

عقیدہ: خدا نے جبرائیل کو علی کی طرف بھیجا، وہ غلطی سے محمد (ﷺ) کی طرف چلے گئے (تذکرۃ الائمہ، صفحہ نمبر 72، مصنف: ملا باقر مجلسی)۔

عقیدہ: موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے (یعنی اس میں تبدیلی کی گئی ہے) (حیات القلوب، جلد 3، صفحہ 10، مصنف: مرزا بشارت حسین)۔

عقیدہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد جو قرآن جمع کیا گیا، وہ اصولاً غلط ہے (ہزار تمہاری دس ہماری، صفحہ 560، مطبوعہ عبدالکریم مشتاق، کراچی)۔

عقیدہ: مرتبہ امامت مرتبہ پیغمبری سے بالا تر ہے (بحوالہ: حیات القلوب، جلد 3، صفحہ 2، مطبوعہ تہران، مصنف: ملا باقر مجلسی)۔

عقیدہ: تین صحابہ کے سوا سب کافر تھے (حیات القلوب، جلد 2، صفحہ 923، مطبوعہ امامیہ کتب خانہ، لاہور)۔

عقیدہ: عمر کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے (جلاء العیون، جلد 1، صفحہ 63، مطبوعہ ایران)۔

عقیدہ: مولائے کائنات سے محبت میں غلو اس قدر اختیار کرنا کہ اپنا عقیدہ یہ بنا بیٹھنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ؛ بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام سے بھی افضل ہیں۔ معاذ اللہ!

اور دوسری طرف صحابہ کرام کو گالیاں دینا، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو ظالم، ناصب؛ بلکہ منافق اور کافر تک قرار دینا شیعوں کا روزمرہ کا کام ہے؛ چند صحابہ کرام کے علاوہ تمام اصحاب کرام کو مرتد بتانا ان کا گندا عقیدہ ہے۔

اکابرینِ اہل سنت کا موقف:

امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنتا ہے، تب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی۔" (فتاوی رضویہ، ج 6، ص 528)

اہل سنت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الاولیاء، مرجع العرفاء، امیر المومنین، مولی المسلمین، سیدنا مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی اکرام و افضل و اتم و اکمل ہیں؛ جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعی، رافضی مانتے ہیں۔ (عرفان شریعت، ص ۸۷)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"جو شخص حضرت علی کو حضرت ابو بکر و عمر سے افضل کہے، وہ رافضی ہے۔" (تذکرۃ المحدثین، ص 282)

عہدِ حاضر میں فتنۂ خباثت بہت ہی عجلت کے ساتھ ہماری جماعت کے صاحبِ عزت لوگوں کے دلوں میں پیوست ہو رہا ہے۔ حال یہ ہے کہ بہت سے رافضی نظریات اور میلانات رکھنے والے بظاہر اہلِ سنت و جماعت کی صفوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ حبِ اہلِ بیت کا جھوٹا لبادہ اوڑھ کر جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر سب و شتم کرتے ہیں، جن کی مثال 'کلابِ ھاویہ' (جہنم کے کتوں) کی سی ہے۔

خاص کر بعض خانقاہی اور معروف شخصیتوں کا حال اس قدر عیاں ہے کہ وہ رافضیوں اور تبرائیوں کی مجالس، ان کے

منبروں اور ماتمی جلوسوں میں شرکت کرتے ہیں، اور وہاں "اتحاد" اور "مصلحت" کاپیغام دینے کی کوشش کرتے ہیں؛ جبکہ شرعی اور اعتقادی طورپر سنی اور رافضی کسی بھی طرح ایک نہیں ہو سکتے۔ ان تبرائیوں کا اصل کام ہی صحابہ کرام اور خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) پر سب و شتم کرنا اور بھولے بھالے لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔

اے میرے بھائی ! مذکورہ احادیث طیبہ اور ان رافضیوں کے گندے عقائد سے آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ لوگ جب حضور ﷺ کے وفادار صحابہ کے نہ ہوئے، تو آپ کے کیسے مخلص ہو سکتے ہیں؟ جبکہ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہے، اور اہلِ سنت کا متفقہ فیصلہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ: "ہر صحابیِ نبی جنتی ہیں۔"

لہذا، شرعِ متین کا حکم یہی ہے کہ ان رافضیوں کی محفلوں، مجلسوں اور پروگراموں میں ہر طرح سے شرکت کرنے سے مکمل پرہیز کرو اور اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔

اللہ کریم ہم سب کو عقلِ سلیم اور دینِ متین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔



فروغ اسلام میں مدارس اسلامیہ کا کردار

آصف رضا ساقی، کشن گنج، بہار (متعلم: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں، جن میں سے کچھ آفاقی ہیں تو کچھ خود ساختہ بھی، لیکن اسلام کو جو اعجاز ملاہے آج تک یہ شرف کسی کو میسر نہیں آیا، اور ایسا ہو بھی نہ کیوں جبکہ دین اسلام کو " ان الدین عنداللہ السلام "کا تمغہ ملا ہوا ہے، جو ہر قسم کی آمیزش سے پاک و صاف ہے جس کے قصیدے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تمام انبیا کرام علیہم السلام نے پڑھا، اور رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ سلم کے اس دار گیتی میں تشریف آوری کے بعد اسلام کو وہ مقام ملا کہ دیگر آسمانی دین کے پیرو کاروں کا دین و ایمان اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ دین اسلام سے اپنا ناتا نہ جوڑلے۔

دین اسلام کو جس قدر اعلی درجہ کا شرافت و نجابت ملا ہے اس کی تبلیغ و اشاعت میں بھی اسی قدر مشقت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے، نبی کریم کے بعد صحابہ کرام نے فاقہ کشی کر کے جس قدر سرگرمی و جفاکشی کے ساتھ دین کی تبلیغ و تشہیر کا کام سرانجام دیا ہے یہ ہر خاص و عام پر روز روشن کی طرح عیاں ہے، بعد ازاں مدارس اسلامیہ نے جو خدمات انجام دیں اور تا ہنوز خدمات انجام دے رہے ہیں یہ قابل ذکر ہے۔

اگر دقیق نگاہ سے دیکھا جائے کہ ہمارے اسلاف نے فروغ اسلام میں جو جد و جہد کی ہیں اور دائرہ اسلام کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں انمول کردار ادا کیا ہیں، ان کے اخلاقی معاشرت او عمدہ کردار کے ساتھ ساتھ ایک قیمتی جوہر درس و تدریسی کا بھی اثر ہے جن کے دم قدم سے ہم تک بآسانی اسلام کی شعائیں پہنچی ہیں، ہمارے اسلاف نے باقاعدہ ہماری طرح بلند و بالا و شاندار عمارتیں تو قائم نہیں کیں لیکن جہاں بھی انہوں نے تبلیغ و اشاعت کا کام سرانجام دیا سب سے پہلے انہوں نے وہاں حلقہ درس قائم کیا، جس درس و تدریس کا فیضان یہ بٹا کہ اطراف و

اکناف کے تمام باشندے اسلامی تعلیمات کی حقانیت و صداقت سے متاثر ہوکر تمام مذاہب باطلہ سے اپنا دامن جھاڑا اور دامن اسلام سے مکمل طورپر وابستہ ہوگئے جس کے باعث جگہ جگہ مدارس اسلامیہ قائم کیا گیا۔

مدارس اسلامیہ نے فروغ اسلام کے لیے جو کردار ادا کیا ہیں اسے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، کیونکہ آج اگر ہم دامن اسلام سے وابستہ ہیں اور تمام ادیان باطلہ و مذاہب فاسدہ سے کنارہ کش ہوکر اہلسنت وجماعت کی فہرست میں اپنے آپ کو دیکھ کر جو خود ستائی کر رہے ہیں یہ سب مدارس اسلامیہ کے فارغ شدہ علمائے دین متین کی مرہون منت ہیں، آج ہم بخاری و مسلم اور عقائد کی کتابوں کو پڑھ کر جو ہم محظوظ ہو رہے ہیں اس کا سہرا بھی علما کے واسطے سے مدارس اسلامیہ کے سر پر جا رہا ہے، فروغ اسلام صرف یہی نہیں کہ آئے دن کچھ غیر مسلم کو زیور اسلام سے مزین کیا جائے بلکہ اسلام کے خلاف اٹھنے والے شکوک و شبہات زائل کرنے اور اسلام کے خلاف زہر اگلنے والوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہمہ وقت کمربستہ رہنا بھی فروغ اسلام کی ایک کڑی ہے، اور مدارس اسلامیہ سے فارغ شدہ علمائے ربانیین نے ہر زمانے میں ان کا خاتمہ کیا جنھوں نے بھی اسلام کے اندر باد سموم پھیلانے کی ناپاک کوشش کی اور اس باد سموم سے مرجھائے ہوئے عقیدے کو قرآن و سنت کی روشنی میں سرسبز و شاداب کیا جوکہ فروغ اسلام میں مدارس اسلامیہ کا درخشندہ و سنہرا باب ہے۔

فروغ اسلام میں مدارس اسلامیہ کی وقعت کا اندازہ مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تقریر کے اس اقتباس سے کیا جا سکتا ہے، جس میں وہ گویا ہوتے ہیں کہ جس خطے سے بھی اسلام کی شبیہ کو مسخ کیا گیا سب سے پہلے وہاں کی شاندار و آسمانوں سے باتیں کرنے والی عمارتوں کو مسمار کرکے زمین بوس کیا گیا جن کے دم قدم سے اسلام کا شمع جل رہا تھا اور اسلامی تعلیمات کی ٹھنڈک نسیم سحر کی طرح دلوں میں محسوس ہو رہی تھی، لیکن جب صفحہ ہستی سے مدارس اسلامیہ کو نیست و نابود کیا گیا تو مغربی کلچر کے بال و پر بڑھنے لگے اور فحاشی و عریانیت سے ماحول پراگندہ ہونے لگا۔ اگر آج ہم پابند شرع ہیں تو یہ مدارس اسلامیہ ہی کا صدقہ ہے جو ہر اٹھنے والی فرعونی و طاغوتی طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں، اور جو بھی اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی غلیظ سعی کرتے ہیں، ان کے فریب کاری و مکاریوں سے بچنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ وہ گلشن ہیں جو اپنے مہکتے ہوئے پھولوں کی خوشبوؤں سے عالم اسلام میں کفر و ضلالت کے پھیلے ہو تعفن کو یکسر نیست ونابود کرکے ہر سو معطر کر رہے ہیں، یہ مدارس اسلامیہ ہی ہیں جو نت نئے شرور و فسادات سے نبرد آزمائی کرکے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلک حق کی ترجمانی کر رہے ہیں اور عام و سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت و صیانت کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی مدارس اسلامیہ کو حاسدین کے نظر بد سے بچائے۔



فتنۂ الحاد اور ہماری ذمہ داری

کاوش شعیب اختر مدنی، فاضل جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ ملتان

الحاد کا فتنہ آج کی دنیا میں ایک سنگین چیلنج بن کر ابھرا ہے یہ فتنہ صرف غیر مسلم ممالک تک محدود نہیں بلکہ مسلم معاشروں میں بھی تیزی سے پھیل رہا ہے جدید ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا نے اس پھیلاؤ میں تیز رفتار کردار ادا کیا ہے۔

الحاد کا مطلب ہے خدا کے وجود کا انکار یا اس کی صفات اور وحدانیت سے انحراف اگرچہ لفظ الحاد لغت میں راہ راست سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں اللہ تعالی کی ربوبیت یا الوہیت کا انکار الحاد کہلاتا ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ملحدوں کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے چنانچہ ایک مقام پہ فرمایا وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے انہیں عذاب دے کر ہلاک کیا جائے گا۔

دوسرے مقام پہ فرمایا کیا وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتے جسے وہ اپنے ہاتھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔

الحاد کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں خدا کا سرے سے انکار ملحدیت الٰہیات میں شریک ٹھہرانا شرک مادی اسباب کو حقیقت ماننا اور روحانی پہلو کا انکار دہریت شامل ہیں جدید دور میں نفسیاتی لاعلمی اور مادی ترقی کے نشے میں ڈوب کر انسان خدا سے دور ہوتا جا رہا ہے۔

الحاد کے اسباب پر غور کیا جائے تو سائنسی ترقی کو بنیادی سبب سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور خدا کا وجود باہم متضاد نہیں سائنس کائنات کے کیسے کو دریافت کرتی ہے جبکہ ایمان کیوں کی گتھی سلجھاتا ہے جدید علوم نے خدا کے وجود کے بجائے اس کے عجائب و غرائب کو مزید واضح کیا ہے۔ پھر الحاد کیوں پھیل رہا ہے اس کی ایک بڑی وجہ مغربی تعلیمی نظام کا اثر ہے جس میں خدا فطرت اور مابعد الطبیعیات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ مسلمانوں کا اپنے دین سے دوری اور ان کا اپنے عقائد کی صحیح تشریح سے ناواقفیت ہے۔

تیسری وجہ بعض نام نہاد دانشوروں کی فرسودہ فکر کا چرچا ہے جو سائنسی نظریات کو بغیر صحیح سمجھے دین کے خلاف استعمال کرتے ہیں چوتھی وجہ گھریلو نظام تربیت کا کمزور ہونا ہے جہاں بچوں کو بنیادی عقائد کی مضبوط بنیاد نہیں دی جاتی۔

فتنہء الحاد کے خلاف ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ یہ سوال ہر مسلمان کے لیے اہم ہے سب سے پہلی ذمہ داری اپنے ایمان کی حفاظت اور مضبوطی ہے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کا مطالعہ کرے اللہ کی صفات اور اسماء حسنیٰ کو سمجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے روشنی حاصل کرے اپنے دل کو شکوک و شبہات سے پاک رکھے علم حاصل کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

جہاں ایک طرف علوم دینیہ میں مہارت ضروری ہے وہیں جدید سائنس اور فلسفے کی بنیادی معلومات بھی حاصل کرنی چاہئیں تاکہ مشترکہ زبان میں الحاد کے دلائل کا علمی و عقلی ردپیش کیا جا سکے۔

دوسری ذمہ داری اپنے بچوں اور گھر والوں کی تربیت ہے بچوں کو چھوٹی عمر سے اللہ کی محبت اور توحید کا خالص عقیدہ سکھایا جائے انہیں قرآن مجید کی آیات اور کائنات کے عجائب کے ذریعے خالق کی عظمت کا احساس دلایا جائے سوالات کے

جوابات صبر و حکمت سے دیے جائیں انہیں شکوک و شبہات سے محفوظ رکھنے کے لیے مضبوط علمی اور روحانی بنیاد فراہم کی جائے۔

تیسری ذمہ داری معاشرے میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ ہے یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کو الحاد کے نقصانات سے آگاہ کرے حکمت اور اچھے انداز میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے جدید ذرائع ابلاغ کو مثبت استعمال کیا جائے مختصر ویڈیوز مضامین اور پوڈکاسٹس کے ذریعے الحاد کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا جائے معروف علمی اداروں کو چاہیے کہ وہ مستند علمی رد تحریر کریں اور ملحدانہ افکار کا تحقیقی محاکمہ پیش کریں۔

چوتھی ذمہ داری علماء کرام پر عائد ہوتی ہے کہ وہ جدید تقاضوں کے مطابق الحاد کے فلسفے کا تجزیہ کریں اور عوام کو آسان زبان میں حقائق سے روشناس کروائیں علمی مجالس مناظرات اور لیکچرز کا اہتمام کیا جائے خصوصی تربیتی کورسز چلائے جائیں جن میں طلبہ و طالبات کو الحاد کے رد کی تیاری کرائی جائے مدارس میں جدید علوم کو بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ دینی اور دنیاوی علوم میں تطبیق پیدا کی جاسکے۔

پانچویں ذمہ داری حکمرانوں اور ریاستی اداروں کی ہے کہ وہ تعلیمی نظام میں توحیدی تصور کو مرکزی حیثیت دیں نصاب سے غیر اسلامی مواد کو نکال کر صحیح اسلامی عقائد شامل کریں سوشل میڈیا پر پھیلنے والے ملحدانہ مواد کے خلاف قانونی کارروائی کریں مگر یہ کام سنسر شپ کے بجائے علمی رد اور بہترین متبادل مواد سے کرنا چاہیے۔

چھٹی ذمہ داری مسلم مفکرین اور مصنفین کی ہے کہ وہ آسان سلیس اردو اور دیگر مقامی زبانوں میں ایسی کتب تحریر کریں جو عام آدمی کے ذہن میں اٹھنے والے شبہات کا تسلی بخش جواب دیں مشہور ملحدانہ کتب کا علمی محاکمہ پیش کریں اور سائنسی حقائق کو عقیدہ توحید سے ہم آہنگ کر کے پیش کریں۔

ساتویں ذمہ داری مسلمانوں کی اجتماعی سطح پر تنظیم و تحریک ہے ایک مربوط لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس میں تمام علمی ادارے مساجد یونیورسٹیاں اور نوجوان تنظیمیں شریک ہوں مستقل تحقیقی مراکز قائم کیے جائیں جو الحاد کے نئے نئے پہلوؤں کا جائزہ لیتے رہیں۔

بین الاقوامی سطح پر بھی مسلم ممالک کو مشترکہ حکمت عملی بنانی چاہیے تاکہ عالمی چیلنج کا مقابلہ کیا جا سکے۔

بنیادی اصول یہ ہے کہ الحاد کا رد کرتے وقت ہمیں تلخی اور بدتمیزی سے بچنا چاہیے قرآن مجید نے بہترین طریقہ اپنانے کا حکم دیا ہے

جدال بالاحسن اور حکمت و نصیحت کے ذریعے لوگوں کو سمجھانا چاہیے خود ملحدین کو حقیر سمجھنے یا ان پر لعنت ملامت کرنے سے وہ مزید ضد میں آجائیں گے

بہتر یہ ہے کہ ان کی بات صبر سے سنی جائے علمی اور منطقی دلائل سے ان کے شکوک کا ازالہ کیا جائے اور بالآخر انہیں اللہ کی رحمت اور محبت کا پیغام دیا جائے

ہماری نسل نو کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے انٹرنیٹ پر بے شمار ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز ملحدانہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں نوجوان ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے جا رہے ہیں اس لیے گھر مسجد اور اسکول تینوں سطحوں پر نوجوانوں کی عقیدتی تربیت پر زور دیا جائے ان کے لیے الگ الگ پروگرام بنائے جائیں جہاں وہ اپنے سوالات بے تکلف پوچھ سکیں مستند علما اور اساتذہ ان کے سوالات کے جوابات دیں

یاد رکھیں الحاد کا فتنہ کوئی نیا نہیں بلکہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے قوم نوح علیہ السلام سے لے کر قوم عاد ثمود اور فرعون تک سب نے خدا کا انکار یا اس کے ساتھ شرک کیا مگر ہر بار حق کو باطل پر فتح حاصل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کئی سال تک صبر اور حکمت سے دعوت دی حتیٰ کہ اللہ کا دین غالب آگیا ہمیں بھی انہی طریقوں سے اپنی صفوں کو مضبوط کرنا ہے۔

آج کا المیہ یہ ہے کہ بہت سے مسلمان خود اپنے دین کی

بنیادی تعلیمات سے نابلد ہیں نماز روزہ زکوٰۃ حج کے ظاہری اعمال تو ادا کرلیتے ہیں مگر عقائد کی گہرائی اور توحید کی حقیقت سے ناآشنا ہیں جب ذہن میں کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کا جواب دینے سے قاصر ہوتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے ایمان کی حقیقت کو سمجھیں قرآن کو سمجھ کر پڑھیں حدیث کا علم حاصل کریں اور دل کی دنیا کو ذکر و فکر سے آباد کریں۔

الحاد کی روک تھام کے لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ روزانہ قرآن کی تلاوت ترجمہ و تفسیر کے ساتھ کرے سورہ الملک سورہ الرحمن سورہ یٰسین اور سورہ انعام جیسی سورتوں میں اللہ کی قدرت کے نمونے بے حد واضح ہیں ان پر غور کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اس کے علاوہ علمی محفلوں میں شرکت ضروری ہے اہل علم سے ملاقات کرنا اور اپنے شکوک دور کرنا ہر مسلمان کا معمول ہونا چاہیے۔

اگر تمام مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی ذمہ داریاں پوری کریں تو یہ فتنہ بہت حد تک قابو میں آسکتا ہے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے باطل کے لیے کبھی مستقل کامیابی نہیں ہوتی، سچ اور جھوٹ کی جنگ میں انجام ہمیشہ سچائی کے حق میں ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اپنی کوتاہیوں کو دور کریں علم حاصل کریں اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی خدمت کریں



لا وارث چینلز اور گروپ ایک فکری المیہ

محمد مشرف علی تیغی، مظفرپور، بہار

یہ سوشل میڈیا کا دور ہے۔ ہر فرد کی خواہش بن چکی ہے کہ اس کا بھی کوئی نہ کوئی گروپ یا چینل ہو، جس میں کثیر تعداد میں فالوورز ہوں، لوگ اس سے جڑے ہوں اور اس کی بات سنی جائے۔ بظاہر یہ خواہش فطری معلوم ہوتی ہے، مگر جب اس کے پیچھے کوئی مقصد، منصوبہ بندی اور ذمہ داری نہ ہو تو یہی خواہش ایک اجتماعی مسئلہ بن جاتی ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ بے شمار گروپس اور چینلز محض شوقیہ طور پر بنا دیے جاتے ہیں۔ ابتدا میں دو چار پوسٹیں ڈال دی جاتی ہیں، چند لوگوں کو شامل کر لیا جاتا ہے، اس کے بعد وہ گروپ یا چینل ایسے لاوارث ہو جاتے ہیں جیسے ان کا کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو۔ نہ مستقل مزاجی ہوتی ہے، نہ معیار، نہ رہنمائی اور نہ ہی کوئی واضح سمت۔

گروپس اور چینلز کی اس کثرت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ لوگ اب تحریریں پڑھنے کے بجائے محض برائے نام شامل رہتے ہیں۔ ایک ہی نوعیت کی تحریریں، ایک ہی انداز کی پوسٹیں بار بار دہرائی جاتی ہیں، جس سے قاری کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے اور سنجیدہ مواد بھی نظر انداز ہو جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا کی ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے اور بغیر مقصد کے کسی بھی کام میں کامیابی ممکن نہیں۔ یہی اصول گروپ اور چینل بنانے پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی واضح مقصد نہیں، اگر آپ کے پاس دینے کے لیے کوئی نیا، مفید یا با معنی مواد نہیں، تو محض چینل یا گروپ بنا لینا کسی خدمت کے زمرے میں نہیں آتا۔

افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ آج عالم ہو یا عام آدمی، ہر کوئی گروپ یا چینل بنانے میں مصروف ہے، اس بات کی پرواہ کیے

بغیر کہ وہ اسے چلانے کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ نہ وقت دیا جاتا ہے، نہ مواد کی فکر کی جاتی ہے، نہ سامعین و قارئین کی ذمہ داری محسوس کی جاتی ہے۔ یہی لاپروائی سوشل میڈیا کو بے مقصد بے شعور شور میں تبدیل کر رہی ہے۔

خدارا! بلا وجہ چینلز اور گروپس بنا کر لوگوں کا وقت برباد نہ کریں۔ یہ وقت ایک امانت ہے اور اس کا درست استعمال ہم سب کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چند گنے چنے گروپس اور چینلز کے علاوہ اکثر جگہوں پر صرف ایک ہی طرح کی پوسٹ، ایک ہی موضوع اور ایک ہی تحریر گردش کرتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے لوگ دھیان دینا چھوڑ دیتے ہیں۔

دانشمندی اسی میں ہے کہ انسان صرف انہیں گروپس اور چینلز سے وابستہ رہے جو واقعی مفید ہوں، جہاں کچھ سیکھنے کو ملتا ہو، جہاں مقصد واضح ہو اور مواد معیاری ہو۔ فضول، غیر سنجیدہ اور لاوارث گروپس و چینلز سے دور رہنا ہی ذہنی سکون اور فکری ترقی کا ذریعہ ہے۔

یہ اصول صرف واٹس ایپ تک محدود نہیں بلکہ فیس بک، انسٹاگرام، ٹیلی گرام اور دیگر تمام سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ کم مگر معیاری، مختصر مگر با مقصد یہی کامیاب سوشل میڈیا کی پہچان ہے۔

اگر ہم سب اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کریں تو نہ صرف سوشل میڈیا کا معیار بہتر ہو سکتا ہے بلکہ ہمارا وقت، توجہ اور فکری توانائی بھی درست سمت میں استعمال ہو سکتی ہے۔



کیا ہر صاحبِ خلافت، صاحبِ مزار ہوتا ہے؟

قسط: اوّل

سرفراز احمد قادری امجدی
(بانی و صدر محبوب الاولیاء فاؤنڈیشن، لہوریا شریف، سیتامڑھی، بہار)

آج کے دور میں خلافت اور سجادہ نشینی کا معاملہ ایک نازک اور فکری توجہ کا طالب بن چکا ہے۔ کہیں خلافت کو بے جا تقسیم کیا جا رہا ہے اور کہیں اس عظیم امانت کو محض ظاہری تعلقات اور ذاتی مفادات کی بنیاد پر عطا کیا جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ "پدرم سلطان بود" کے مصداق چند افراد سجادہ نشینی کے دعوے دار تھے، مگر اب صورتِ حال اس سے بھی آگے بڑھ کر "کھلی آفت" تک پہنچ چکی ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ بعض حضرات بغیر کسی تحقیق، بغیر تقویٰ و پرہیزگاری کو دیکھے، اور بغیر علمی و عملی خدمات کا جائزہ لیے خلافتیں تقسیم کر رہے ہیں۔ معیار یہ رہ گیا ہے کہ کس نے کتنی بار بلایا، کس نے کتنی خاطر مدارات کی، اور کس سے ذاتی تعلقات مضبوط ہو سکتے ہیں۔ نتیجتاً ایسے افراد بھی "صاحبِ خلافت" بن بیٹھے جو نہ علمی پختگی رکھتے ہیں اور نہ ہی روحانی صلاحیت۔

جب کھلی آفت مل جاتی ہے تو پھر ایک نیا سلسلہ شروع ہوتا ہے — کرامات کے دعوے، مریدوں کی کثرت، اور اندھی عقیدت۔ سادہ لوح عوام ایسے افراد کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا و آخرت دونوں کو نقصان پہنچانے لگتے ہیں۔

یہاں ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے:

کیا ہر سجادہ نشین یا صاحبِ خلافت ولی اللہ ہوتا ہے؟

کیا ہر وہ شخص جو برسوں مدرسہ میں تدریس کرے، لازماً ولایت

کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے؟
اور کیا ہر ایسے شخص کا مزار بنا کر اس پر نذر و نیاز کا سلسلہ شروع کر دینا درست ہے؟

اگر ہم شریعت کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی ولی وہی ہے جو کامل طور پر شریعت کا پابند ہو، جس کی زندگی تقویٰ، اخلاص اور اتباعِ سنت سے مزین ہو۔ محض منصب، لقب یا خلافت کا کاغذ کسی کو اللہ کا مقرب بندہ نہیں بنا دیتا۔

ہم نے اپنے اکابرین میں ایسے اولیاء کو دیکھا ہے جن کے دیدار سے خدا یاد آتا تھا، جن کی زندگی سراپا سنت تھی، اور جن کے اخلاق و کردار خود ان کی ولایت کی گواہی دیتے تھے۔ لیکن اگر ہر عالم، ہر پیر، اور ہر صاحبِ خلافت کے نام پر مزار بنانے کا سلسلہ شروع ہو جائے، تو وہ دن دور نہیں جب سال کے تین سو پینسٹھ دن بھی اعراس کے لیے کم پڑ جائیں گے، اور ہر گاؤں میں کئی کئی مزارات قائم ہو جائیں گے۔مگر اس سے دین و ملت کو کوئی حقیقی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرزِ عمل نے سب سے زیادہ نقصان مسلکِ اعلیٰ حضرت کو پہنچایا ہے، کیونکہ جعلی پیری مریدی اور بے اصل خلافت نے اس مسلک کی سنجیدگی، علمی وقار اور روحانی عظمت کو متاثر کیا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں، ہر دعوے کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھیں، اور دین کے نام پر پھیلنے والی ان خرابیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

حقیقی اللہ والے کون ہوتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:
(اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ)
ترجمہ کنزالعرفان: سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ (پارہ 11، سورۃ یونس، آیت: 62، 63)

مزید ارشاد پاک ہے:
(اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ)
ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔ (سورۃ الاعراف، پ 08، آیت 56)

مزید ارشاد پاک ہے: (اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ) ترجمہ کنزالعرفان: بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔ (سورۃ التوبۃ، پ 10، آیت 04)

تفسیر صراط الجنان میں ہے "لفظِ "ولی" وِلَاء سے بنا ہے جس کا معنی قرب اور نصرت ہے۔ وَلِیُّ اللہ وہ ہے جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مستغرق ہو، جب دیکھے قدرتِ الٰہی کے دلائل کو دیکھے اور جب سنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے، اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اَولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ ۔ مفسرین نے اس آیت کے بہت سے معنی بیان کئے ہیں، ان میں سے 3 معنی درج ذیل ہیں:

(1) مستقبل میں انہیں عذاب کا خوف نہ ہوگا اور نہ موت کے وقت وہ غمگین ہوں گے۔

(2) مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز میں مبتلا ہونے کا خوف ہوگا اور نہ ماضی اور حال میں کسی پسندیدہ چیز کے چھوٹنے پر غمگین ہوں گے۔

(3) قیامت کے دن ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ اس دن یہ غمگین ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو دنیا میں ان چیزوں سے محفوظ فرما دیا ہے کہ جو آخرت میں خوف اور غم کا باعث بنتی ہیں۔ " (صراط الجنان، جلد4، صفحہ344، 345، مکتبۃ المدینہ،

کراچی)

کب تلک آپ پکاریں گے کہ پدرم سلطان ؟
آپ خود کو بھی سنواریں گے کہ پدرم سلطان ؟
زیب دیتا نہیں یہ رنگ و نسب کا طرّہ
فطرتِ بد بھی سدھاریں گے کہ پدرم سلطان

فریدی

آخر میں بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے: اللہ رب العزت ہمیں ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے، ہمیں مسلکِ اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رکھے، اور جعلی پیروں اور بے بنیاد دعویداروں کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

نوٹ: اس مضمون میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے، وہ تمام سجادہ نشینوں یا تمام اصحابِ خلافت کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ صرف اُن بعض نام و نمود کے طلبگار اور بے تحقیق خلافت و سجادہ نشینی کے دعویداروں کے متعلق ہے جو اس مقدس منصب کو اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اہلِ حق، باعمل، متقی اور سچے اولیاء و مشائخ اس تنقید سے مستثنیٰ ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کی ہمیشہ عزت و عقیدت قائم ہے۔



استاد و شاگرد کے حقوق و اداب

محمد عبداللہ نعمانی قادری، جمشید پور، جھارکھنڈ

استاد اور شاگرد کا رشتہ روحانی اور علمی رشتہ ہے استاد علم کا نور ہوا کرتا ہے جس کے ذریعے وہ شاگرد کو روشن کرتا ہے استاد کے بغیر علم کا تصور بعید ہے استاد کا مقصد طالب علم کو جہل کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں داخل کرنا ہوتا ہے اسلاف کرام رحمہ اللہ استاد اور شاگرد یا معلم اور متعلم کے الفاظ سنتے ہی ان کے ذہنوں میں رشتوں کا وہ مقدس تعلقات کی وہ پاکیزگی اور احترام و محبت کے جذبات کی وہ اعلی ترین تصور بنتی ہے جس کی سزا وار کوئی اور ہستی یا کوئی اور رشتہ نہیں ہو سکتا لیکن کیا یہ تصویر دور حاضر میں استاد اور طالب علم کو دیکھ کر بھی ذہنوں میں برقرار رہتی ہے شاید نہیں عصر حاضر میں استاد اور شاگرد کے رشتے میں کیا گرہیں پڑ گئی ہیں اسلاف میں یہ رشتہ جو محبت اور تعلیم کا رشتہ تھا یہ رشتہ جو روحانی رشتہ تھا اج وہ کاروباری سطح پر اگیا ہے، اساتذہ محض کسب و معاش کے لیے مدرس بنتے ہیں ان کا مقصد ثواب آخرت کے بجائے دنیاوی عیش و عشرت اور عمدہ لباس اور لذیذ کھانے تک ہی محدود ہے اور بھی بہت سی برائیاں اور خرابیاں ہیں جو استاد کے اندر پائے جاتے ہیں۔

دوسری جانب شاگردوں کا حال بد سے بدتر ہوتا چلا جا رہا ہے تکبر حسد اور اخلاق خسیسہ استاد کی گستاخی اور بے حرمتی بیجا وقت کی بربادی فحش باتیں طالب علوم نبویہ کے اندر تیزی کے ساتھ سرایت کر رہی ہیں اعلی تعلیم حاصل کرنے والا ہم جاننے والے کو اپنے سے کمتر اور حقیر گمان کرتا ہے باہم گالی گلوچ کا ماحول علمی روحانیت کا خاتمہ کر رہا ہے استاد کی موجودگی میں لہو لعب میں مشغول رہنا استاد کے ساتھ بحث مباحثہ میں حد سے تجاوز کر جانا یہ وہ برے اخلاق اور اوصاف رذیلہ ہیں جو طالب علم کو علم کی روشنی سے کوسوں دور لے جاتا ہے اور جہل کی تاریکی میں غرق کر دیتا ہے۔

بس انہیں عادات و خصائص کو مدنظر رکھتے ہوئے چند آداب و حقوق کو ذکر کرنا چاہتا ہوں جو طالب علم اور اساتذہ کے لیے جوہر

کی حیثیت رکھتے ہیں۔

طالب علم کے حقوق و اداب:

1. دل کو برے اخلاق اور بری صفات سے پاک کرنا:

سب سے پہلے طالب علم اپنے دل کو برے اخلاق اور بری صفات سے پاک کو صاف کرے کیونکہ علم دل کی عبادت راز کی نماز اور باطن میں اللہ رب العالمین کے قرب کا نام ہے جس طرح نماز جو ظاہر اعضاء کا عمل ہے بدن کو نجاستوں اور ناپاکیوں سے پاک کیے بغیر درست نہیں ہوتی اسی طرح باطن کی عبادت اور علم سے دل کی آبادکاری اسے گندے اخلاق اور ناپاک اوصاف سے پاک کیے بغیر درست نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضور سرکار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اسی طرح دل گھر ہے جائے نزول ملائکہ ان کے اثرات اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور برے اخلاق اور برے اوصاف یہ بھوکنے والے کتے ہیں تو فرشتے اس دل میں کیسے داخل ہوں گے جو ان کتوں سے بھرا ہوا ہو اللہ رب العزت علم کا نور اپنے پاک فرشتے ہی کے ذریعے دلوں میں داخل فرماتا ہے اسی طرح دلوں میں بھیجی جانے والی علوم کی رحمت اس پر مقرر فرشتوں کے ذریعے ہی اتی ہے اور وہ فرشتے پاک ہیں بری صفات سے محفوظ و مامون ہیں اس لیے وہ پاک ہی کو دیکھتے ہیں اور ان کے پاس جو اللہ رب العالمین کی رحمت کے خزانے ہیں وہ ان سے پاک لوگوں کو ہی معمور فرماتے ہیں۔

مذکورہ باتوں سے پیدا ہونے والا ایک وہم اور اس کا جواب: اگر اپ کہیں کہ کتنے ایسے طلبہ ہیں جنہوں نے گھٹیا اخلاق اور برے اوصاف والے ہوتے ہوئے علوم حاصل کر لیے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ افسوس وہ حقیقی علم سے کتنے محروم ہیں جو آخرت میں نفع بخش اور سعادت مندی کا ذریعہ ہے کیونکہ علم کے اغاز میں سے یہ بات ہے کہ طالب علم پر ظاہر ہو جائے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور کیا تم نے کبھی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو یہ جانتے ہوئے زہر کھائے کہ یہ باعث ہلاکت ہے؟

"إن العلم ليس بكثرة الرواية، وإنما العلم نور يجعله الله في القلب"
ترجمہ: "بے شک علم روایتوں کی کثرت (زیادہ باتیں یاد کرنے) کا نام نہیں ہے، بلکہ علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتا ہے ۔" (جامع بیان العلم وفضلہ)

2. دنیاوی مشغولیات سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کرنا:

طالب علم اپنی دنیاوی مشغولیات کو کم کرے اپنے گھر والوں اور وطن سے دوری اختیار کرے کیونکہ یہ تعلقات اسے مشکل رکھتے ہیں اور تحصیل علم سے پھیر دیتے ہیں۔

3. استاد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش ائے:

طالب علم پر لازم ہے کہ وہ استاد کی تعظیم کرے استاد پر حکم نہ چلائے بلکہ اپنے تمام معاملات کی لگام مکمل طور پر استاد کے دست میں دے دے اور ان کی نصیحت کو ایسے قبول کرے جیسے جاہل بیمار شفیق و ماہر طبیب کی نصیحت کو تسلیم کرتا ہے اور اسے چاہیے کہ استاد سے بدتمیزی کرنے کے بجائے انکساری کا برتاؤ کرے اور ان کی ہمہ وقت خدمت کر کے ثواب و فضیلت کا خواہاں ہو۔

4. علم پر استاد کے سامنے تکبر نہ کرے:

طالب علم اپنے علم پر تکبر نہ کرے اور نہ ہی استاد کے سامنے تکبر کرے اور یہ بھی تکبر ہے کہ وہ مشہور و معروف علماء کے علاوہ سے علم حاصل کرنے کو ناپسند کرے اور یہ عین حماقت ہے کیونکہ علم نجات اور سعادت کا ذریعہ ہے لہذا جس نے اس کی جانب رہنمائی کی اس کا احسان مانے چاہے وہ جس درجے کا بھی ہو۔

اسی لیے کہا گیا ہے: العلم حرب للفتى المتعالي. كالسيل حرب للمكان المتعالي
علم کو متکبر شخص سے عداوت ہوتی ہے جیسے سیراب کو اونچا مکان سے عداوت ہوتی ہے۔
پس علم تواضع ہے انکساری کے ساتھ سنے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

5. دیگر ہدایات و رہنمائیاں برائے طلبہ:

طالب علم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے اختلافات پر دھیان نہ دے

خواہ وہ دنیاوی علوم میں ہو یا اخروی کیونکہ یہ بات اس کے عقل کو پریشان، ذہن کو حیران، اس کی رائے کو پست اور مسائل کو جانچنے سے مایوس کر دے گی ساتھ ہی اچھے علوم کا کوئی بھی فن اور اس کی کوئی قسم نہ چھوڑے اس میں اس قدر غور و فکر کرے کہ اس کی غرض و غایت معلوم ہو جائے اور اگر زندگی وفا کرے تو اس میں مہارت حاصل کرے ورنہ اس سے زیادہ اہم میں مشغول ہو کر اسے پورا کرے اور بقیہ علوم کو تھوڑا تھوڑا حاصل کرے کیونکہ علوم ایک دوسرے سے مربوط اور مددگار ہوتے ہیں ۔۔ (احیاء العلوم)

استاد کے حقوق و اداب:

استاد اپنے شاگردوں پر شفقت کے ساتھ پیش آئے اور انہیں اپنے بیٹوں جیسا سمجھے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

چنانچہ استاد کا مقصد یہ ہو کہ وہ شاگردوں کو اخرت کے عذاب سے بچائے، یہ مقصد والدین کا اپنی اولاد کو دنیا کی آگ سے بچانے سے زیادہ اہم ہے اسی وجہ سے استاد کا حق ماں باپ کے حق سے بالاتر ہے۔

بہرحال استاد کو چاہیے کہ وہ حضور نبی رحمت شفیع امت علیہ السلام کے پیروی کرے اور علم پر اجرت طلب نہ کرے اور نہ اپنے شاگردوں سے کسی صلے یا تعریف شکر کا قصد کرے بلکہ خالصتا اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے علم سکھائے شاگردوں پر اپنا کوئی احسان نہ سمجھے اگرچہ ان پر ان کا احسان ضرور ہے بلکہ ان کی فضیلت و احسان تصور کرے کہ انہوں نے اپنے دلوں کو تیار کیا تاکہ ان میں علوم کے بیج بو کر انہیں اللہ تعالی کے قریب کیا جائے جیسے کوئی شخص تمہیں اپنی زمین ادھار دے تاکہ تم اس میں اپنے لیے کھیتی باڑی کرو تو تمہارا نفع مالک زمین سے زیادہ ہوگا تو شاگرد پر کیسے احسان قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ اللہ عزوجل کے ہاں تمہارا ثواب اس سے زیادہ ہے اگر طالب علم نہ ہوتا تو تم اس ثواب سے کیسے مزین ہوتے لہذا صرف خداوند قدوس سے اپنا اجر طلب کرے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

ویقوم لا اسئللکم علیہ مالا ان اجري الا علی اللہ

اے قوم میں تم سے کچھ اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر اللہ ہی پر ہے۔ (پارہ ۱۲ سورہ ھود)

چند ہدایات برائے اساتذہ:

استاد کے لیے لازم ہے کہ وہ اعلی سیرت و کردار کا حامل ہو، طلبہ سے برتاؤ میں عدل و انصاف اور مساوات کو ملحوظ رکھے، سزا دینے میں محتاط ہو غیض و غضب ڈانٹ، فٹکار طعن و تشنیہ سے کام لینے کی بجائے طلبہ کے جذبات اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھے ٹھنڈے دل سے ان کی مشکلات کو سمجھے اور انہیں حل کرنے کی کوشش کرے محبت سے پڑھائے بچوں پر حسب استطاعت انفرادی توجہ دے بچوں کے اعتراضات تنقیدیں اور مشورے خندہ پیشانی سے سنے اور ٹھنڈے دل سے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے بچوں کے نقائض اور کوتاہیاں بیان کرنے میں حزم و احتیاط سے کام کرے بچوں کی تربیت و اصلاح اور مستقبل میں کامیابی ملنے پر خود بھی پرامید ہو اور انہیں بھی مایوس نہ کرے ۔ (فن تعلیم وتربیت)

یہ وہ اوصاف ہیں کہ استاد کا ان اوصاف سے مزین ہونا لازم و ضروری ہے۔

دعا ہے رب قدیر سے کہ وہ ہر طالب علم کو اپنے استاد کے تمام تر حقوق کو بجا لانے، اور ہر استاد کو اپنے شاگردوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن مزاجی اور ان کے جمیع حقوق کو ادا کرنے کی توفیق و رفیق عطا فرمائے۔

امین یا رب العالمین۔



ایک خاموش ملاقات

جنید عطاری، رائے بریلی
(متعلم: جامعۃ المدینہ فیضانِ مخدوم لاہوری موڈاسا، گجرات، ہند)

سفر میں مختلف لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے، کچھ یاد رہ جاتے ہیں اور کچھ بھول جاتے ہیں، مگر بعض ملاقاتیں ایسی ہوتی ہیں جو کوئی نہ کوئی سبق دے جاتی ہیں۔ ٹرین اپنی رفتار سے چل رہی تھی، میں اپنی نشست سے اٹھا اور تھوڑا آگے بڑھا تو ایک نوجوان سے سامنا ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، کہاں جا رہے ہو؟۔

اس نے میری طرف دیکھا، ایک لمحے کے لیے مسکرایا اور پھر اپنی انگلی ہونٹوں پر رکھ کر اشارہ کیا کہ وہ بول نہیں سکتا۔ میں جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ابھی چند لمحے پہلے تک مجھے احساس بھی نہ تھا کہ میں کتنی بڑی نعمت کا مالک ہوں۔ میں بول سکتا ہوں، اپنے جذبات کو الفاظ میں ڈھال سکتا ہوں، اپنی خوشی، دکھ اور خیالات کا اظہار الفاظ میں کر سکتا ہوں۔

قارئین کرام! ہم نے اللہ سے یہ نعمت مانگی نہیں، مانگے بغیر اس نے ہمیں عطا کر دی ہیں۔ اللہ پاک نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، مگر ہم ان پر غور نہیں کرتے۔ ہم اکثر دوسروں کی چیزوں کو دیکھ کر حسرت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ نہیں، وہ نہیں، جبکہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے، جو کچھ ہے اس پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری میں وقت گزار دیتے ہیں۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَاؕ- ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو اُنہیں شمار نہیں کر سکو گے۔
(پ14، النحل: 18)

شکر ادا کرنے کے متعلق تو اللہ پاک پارہ 13 سورہ ابرٰھیم کی آیت نمبر 8 میں فرمایا: "لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ"

ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص کو دُنیا کی دولت سے بہت نوازا گیا اور پھر سب کچھ جاتا رہا تو وہ اللہ کی حمد وثنا کرنے لگا یہاں تک کہ اس کے پاس بچھانے کے لئے صرف ایک چٹائی رہ گئی مگر وہ پھر بھی اللہ کی حمد وثنا میں مصروف رہا۔ ایک دوسرے مالدار شخص نے چٹائی والے سے کہا: "اب تم کس بات پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہو؟" اس نے کہا: "میں ان نعمتوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر ساری دُنیا کی دولت بھی دے دوں تو وہ نعمتیں مجھے نہ ملیں۔" اس نے پوچھا: "وہ کیا؟" جواب دیا: "کیا تم اپنی آنکھ، زبان، ہاتھوں اور پاؤں کو نہیں دیکھتے کہ یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں؟"۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم اللہ، الحدیث: 4462، ج4، ص116)

خالق کائنات ربّ العٰلمین کی ہم پر بے پایاں عنایتیں ہیں تو ارحم الرّٰحمین کا شکر ادا کرنا کتنا ضروری ہے جس کی نعمتوں کا شمار لگانا ہمارے بس کی بات نہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ناشکری چھوڑ کر ان نعمتوں کی قدر کریں جو اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہیں، ہر لمحہ اُس کا شکر ادا کریں اور زندگی سے لطف اٹھائیں۔
(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

★★★★★

وحدتِ عقیدہ اور اختلافِ شریعت کی حکمت

سلیم چشتی، سہرسہ، بہار (متعلم: جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار)

عالمِ دنیا میں کئی قومیں آئیں اور گزر گئیں۔ ان کی اجتماعی و انفرادی زندگی کی اصلاح اور نظم و نسق کی بہتری کے لیے ربِّ عزوجل نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو زندگی گزارنے کا صحیح سلیقہ اور اللہ تعالی کے احکامات پر عمل کرنے کا طریقہ سکھائیں۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی امتوں کی رہنمائی فرمائی اور انہیں نصیحت کی کہ فلاح و کامیابی کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ملتا ہے۔

جیسے حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد سے فرمایا:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ (ھود: 50-52)

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے قومِ ثمود سے فرمایا:

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (ھود: 61)

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اہلِ مدین سے فرمایا:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝ وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ (ھود: 84-86)

لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے نصیحت فرمائی:

یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (سورہ لقمان، 13)

نبی کریم رؤوف الرحیم جبان احمد مجتبیٰ محمد مصطفی روح فدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے فرمایا:

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر، 17)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۂ آلِ عمران: 31)

یُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (سورہ تحریم، 6)

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (سورۂ آلِ عمران: 103)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (1) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (2) لَمْ یَلِدْ ۙ وَ لَمْ یُوْلَدْ (3) وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (سورہ اخلاص)

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا عقیدہ ایک ہی تھا تو پھر ان کی شریعتیں ایک جیسی کیوں نہیں تھیں؟ مثلاً دینِ موسوی میں سختی، دینِ عیسوی میں نرمی اور شریعتِ محمدی میں اعتدال و درمیانی راہ کیوں پائی جاتی ہے؟ آخر اس میں حکمتِ خداوندی کیا ہے؟

اس کا جواب شریعت کی تعریف سے واضح ہوجاتا ہے۔

شریعت سے مراد ہے: "کسی معاشرے کی اجتماعی و انفرادی

زندگی کے نظم و نسق کی بہتری کے لیے کچھ احکام لاگو کرنا۔" (فقہ السیرۃ، ص 53)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ جس قوم کی اصلاح اور بہتری جس انداز سے ممکن تھی، اللہ تعالیٰ نے اسی مناسبت سے اس قوم کی طرف نبی کو مخصوص شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

یہاں ایک اہم علمی نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا اصل دین "اسلام" تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آلِ عمران: 19)

البتہ شریعتوں کے فروعی احکام مختلف تھے۔

قرآن مجید سے بھی اس سوال کا جواب ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۫-فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ (آلِ عمران: 50)

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں، البتہ بعض وہ چیزیں تمہارے لیے حلال کردوں گا جو پہلے حرام تھیں اور بعض سخت احکام میں تمہارے لیے تخفیف کردوں گا۔

غور کیجیے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عقائد کے باب میں فرمایا کہ میں تورات کی تصدیق کرتا ہوں، یعنی اصولِ عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا، البتہ امت کی مصلحت اور آسانی کے لیے بعض احکام میں تبدیلی ہوگی۔

عقیدہ میں تبدیلی کیوں نہیں ہوئی؟

عقل و نقل دونوں اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اصولِ عقیدہ میں تبدیلی نہ ہو، ورنہ جس ربِ واحد کی عبادت اور وحدانیت کا پیغام تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام لے کر آئے، اس میں تضاد لازم آئے گا۔

مثلاً ایک رسول اپنی قوم سے کہے: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔" جیسا کہ حضرت ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے فرمایا۔ اور دوسرا رسول اس کے برعکس تعلیم دے، تو پھر لوگ ایک رب پر ایمان کیسے لائیں گے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیسے کریں گے؟

اسی لیے کسی بھی نبی کے بنیادی عقائد میں اختلاف نہیں تھا۔

لیکن یہاں ایک اور سوال ذہن میں گردش کرتا ہے کہ جب تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا عقیدہ ایک ہی تھا تو پھر بعد میں قوموں کے عقائد میں بگاڑ کہاں سے آیا؟

یہودیوں نے یہ عقیدہ کہاں سے اختیار کیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں؟ اور عیسائیوں نے کیوں کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، یا اللہ ہی مسیح ابنِ مریم ہے، یا اللہ تین میں سے تیسرا ہے؟

قرآنِ مجید میں اس کا ذکر یوں آیا ہے

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ﰳابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبۃ: 30)

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (المائدۃ: 72)

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (المائدۃ: 73)

ان سوالات کا جواب بھی قرآنِ مجید ہی میں موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۫-وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ (آلِ عمران: 19)

اور فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ (الشوریٰ: 13)

اور مزید فرمایا:

وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ (الشوریٰ: 14)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاءِ کرام

علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین، یعنی اسلام، کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ تمام انبیاء ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے آئے اور سب نے توحید ہی کی دعوت دی۔

مگر اہلِ کتاب نے علم آجانے کے بعد باہمی حسد، تعصب اور خواہشاتِ نفس کی بنا پر دین میں اختلاف پیدا کیا اور باطل عقائد گھڑ لیے۔ جوں جوں یہ اختلافات بڑھتے گئے، گمراہی بھی بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اصل تعلیمات پسِ پشت چلی گئیں۔

خلاصہ: حاصل یہ کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام عقیدۂ توحید، رسالت اور آخرت جیسے بنیادی عقائد میں متفق تھے، البتہ زمانوں، قوموں اور مصالح کے اختلاف کی وجہ سے شریعتوں کے بعض فروعی احکام مختلف رہے۔ بعد میں لوگوں نے اپنی خواہشات اور تعصبات کی بنا پر اصل تعلیمات میں تحریف و اختلاف پیدا کیا، جس کے نتیجے میں گمراہ کن عقائد وجود میں آئے۔



سائنس اور قرآن

صفدر بن حافظ فضل الرحمٰن (متعلم: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

انسان جب سے اس خاک دانِ عالم میں وارد ہوا ہے، اسی وقت سے اس کے دل میں جستجو کی ایک ایسی شمع فروزاں کر دی گئی جس کی لو کبھی سرد نہ ہوئی۔ کبھی اس نے آسمان نیلگوں پر جھلمل کرتے ستاروں کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا، کبھی بحرِ بے کراں کی موجوں میں پنہاں اسرار کو کھوجنے کی کوشش کی، کبھی گردشِ لیل و نہار کے عقدے سلجھانے میں عمرِ عزیز صرف کر دی، اور کبھی اپنی ہی ذات کے نہاں خانوں میں اتر کر رازِ حیات کو سمجھنے کا داعیہ دل میں بسایا۔ یہی جذبۂ تجسس دراصل علم و عرفان کی بنیاد اور سائنس کی روحِ رواں ہے۔

مگر تاریخِ انسانی کا ایک نہایت درخشاں اور ناقابلِ فراموش باب یہ ہے کہ جب دنیا جہالت کی تاریکیوں میں سرگرداں تھی، عقل و خرد اوہام و خرافات کی زنجیروں میں مقید تھی، اور علم محض چند طبقوں کی میراث سمجھا جاتا تھا، اُس وقت قرآنِ حکیم نے ندائے "اِقْرَاْ" بلند کر کے انسان کو فکر و تدبر، غور و تامل، مشاہدۂ کائنات اور تحقیق و جستجو کی ایسی شاہراہ پر گامزن کیا جس نے علم کے بے شمار چراغ روشن کر دیے۔ قرآن نے انسان کو صرف عبادت و ریاضت ہی کی دعوت نہیں دی، بلکہ کائنات کے ذرے ذرے میں غور کرنے، آفاق و انفس کے عجائب پر نگاہ ڈالنے، اور تخلیقِ کائنات کے اسرار کو سمجھنے کی ترغیب بھی دی۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی آیات میں جا بجا زمین و آسمان، شمس و قمر، ہواؤں کی گردش، بارش کے نزول، سمندروں کی روانی، پہاڑوں کی استقامت، نباتات کی افزائش، اور خود انسانی تخلیق کے حیرت انگیز مراحل کی طرف ایسی بلیغ اشارات ملتے ہیں جو عقلِ انسانی کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ"

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

یہی وہ قرآنی دعوتِ فکر تھی جس نے مسلمانوں کے اذہان میں تحقیق و جستجو کی ایسی روح پھونکی کہ انہوں نے علمِ ہیئت، طب، کیمیا، ریاضی، فلکیات، جغرافیہ اور طبیعیات جیسے علوم میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے۔ Muhammad ibn Musa al-Khwarizmi نے الجبرا کی بنیاد رکھی، Ibn Sina نے طب کے میدان میں انقلاب برپا کیا، Ibn al-Haytham نے

بصریات کے اصول متعین کیے، اور Jabir ibn Hayyan نے علمِ کیمیا کو نئی جہت عطا کی۔ ان تمام علمی کاوشوں کے پس منظر میں قرآن ہی کی وہ روح کارفرما تھی جو انسان کو کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔

یہ امر بھی نہایت قابلِ توجہ ہے کہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں، بلکہ وہ ہدایتِ انسانی کا ابدی منشور ہے۔ تاہم اس کے باوجود قرآن نے کائنات کے جن حقائق کی طرف چودہ سو برس قبل اشارہ فرمایا، جدید سائنس آج ان میں سے بے شمار حقائق کی تصدیق کرتی نظر آتی ہے۔ تخلیقِ جنین کے مراحل ہوں یا اجرامِ فلکی کی گردش، سمندروں کے درمیان حائل پردے ہوں یا کائنات کی وسعت پذیری — قرآن کے بیانات عقلِ انسانی کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی بے شمار مفکرین اور سائنس دان قرآن کے علمی اعجاز پر غور کرنے پر مجبور ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور قرآن میں کوئی تصادم نہیں؛ بلکہ صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو سائنس مشاہدۂ کائنات کا نام ہے، جبکہ قرآن اسی کائنات کے خالق کی آواز۔ سائنس مظاہرِ فطرت کے "کیسے" کو بیان کرتی ہے، اور قرآن ان کے "کیوں" کی حکمت آشکار کرتا ہے۔ سائنس عقل کو جلا بخشتی ہے اور قرآن روح کو نور عطا کرتا ہے۔ جب عقلِ سلیم اور وحیِ الٰہی ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جائیں تو انسان علم و عرفان کی ان بلندیوں تک جا پہنچتا ہے جہاں مادّی ترقی بھی انسانیت کے لیے رحمت بن جاتی ہے اور روحانی ارتقاء بھی۔

لہٰذا عصرِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ سائنس کو الحاد و مادّیت کا عنوان سمجھنے کے بجائے اسے قرآن کی عطا کردہ دعوتِ تفکر کے تناظر میں دیکھا جائے، تاکہ امتِ مسلمہ ایک بار پھر تحقیق، اجتہاد، ایجاد اور علمی قیادت کی راہوں پر گامزن ہو سکے۔ کیونکہ وہ قوم جس کے نبی پر نازل ہونے والی پہلی وحی ہی "اقرأ" سے شروع ہوئی ہو، اُس کے لیے جہالت، جمود اور فکری پسماندگی کسی طور زیب نہیں دیتی۔

قرآنِ حکیم نے جہاں انسان کو کائنات کے مظاہر میں غور و فکر کی دعوت دی، وہیں اس حقیقت کو بھی نہایت واضح انداز میں بیان فرمایا کہ علم دراصل اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا"

اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

یہ آیت انسان کو اس کے علمی غرور سے نکال کر عجز و انکسار کی وادی میں لے آتی ہے۔ آج اگرچہ انسان چاند پر کمند ڈالنے، سمندروں کی تہوں میں اترنے، اور ایٹم کے سینے کو چاک کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے، لیکن اس کے باوجود حقیقت یہی ہے کہ کائنات کے بے شمار راز آج بھی اس کی عقل و ادراک سے ماورا ہیں۔ سائنس ہر روز کسی نئے انکشاف کے ساتھ اپنی سابقہ معلومات کی محدودیت کا اعتراف کرتی نظر آتی ہے، اور یہی وہ مقام ہے جہاں قرآن کی صداقت مزید آشکار ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید نے بارہا انسان کو تخلیقِ انسانی کے حیرت انگیز مراحل پر غور کرنے کی دعوت دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا"

پھر ہم نے نطفے کو خون کی پھٹکی بنایا، پھر پھٹکی کو گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ آج علمِ جنین (Embryology) کی ترقی یافتہ تحقیقات اس حقیقت کی گواہی دیتی ہیں کہ انسانی تخلیق کے مراحل وہی ہیں جن کی طرف قرآن نے صدیوں قبل اشارہ فرمایا تھا؛ حالانکہ اُس دور میں نہ خوردبین تھی، نہ تجربہ گاہیں، نہ جدید آلاتِ تحقیق۔ یہ محض انسانی عقل کا بیان نہیں بلکہ اُس ربِّ حکیم کا کلام ہے جس نے انسان کو پیدا فرمایا۔

اسی طرح قرآنِ مجید نے کائنات کی وسعت پذیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ"

اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا اور بے شک ہم ہی اس کو

وسعت دینے والے ہیں۔

جدید فلکیاتی تحقیقات یہ ثابت کر چکی ہیں کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ یہ حقیقت بیسویں صدی میں دریافت ہوئی، مگر قرآن نے چودہ سو سال قبل اسے نہایت جامع انداز میں بیان کر دیا تھا۔ قرآن ہی نہیں بلکہ احادیثِ نبویہ میں بھی علم، تحقیق اور تدبر کی غیر معمولی ترغیب ملتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

یہاں "علم" کو کسی ایک محدود دائرے میں مقید نہیں کیا گیا، بلکہ ہر وہ علم جو انسانیت کے لیے نافع ہو اور بندگانِ خدا کے لیے خیر و منفعت کا باعث بنے، اسلام کی نگاہ میں قابلِ قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

ایک اور مقام پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ"

تم اپنے دنیاوی معاملات کو زیادہ جانتے ہو۔

اس ارشادِ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام دنیاوی علوم، تجربات اور سائنسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کا معاون اور مشوق ہے۔ اسلام نے عقل کو معطل کرنے کے بجائے اسے صحیح سمت عطا کی ہے۔

قرآنِ مجید کی بے شمار آیات ایسی ہیں جو انسان کو کائنات کے نظام پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہیں:

"اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ"

کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیا گیا؟ اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے نصب کیے گئے؟

یہ آیات دراصل انسان کو سائنسی مشاہدے، فکری تدبر اور تحقیقی مطالعے کی دعوت دے رہی ہیں۔ اسلام نے آنکھیں بند کر کے تقلید کا درس نہیں دیا بلکہ مشاہدہ، استدلال اور تفکر کو ایمان کی مضبوط بنیاد قرار دیا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے قرآن کی اس دعوت کو اپنایا تو دنیا علم و حکمت کے نور سے جگمگا اٹھی۔ بغداد، قرطبہ، دمشق اور سمرقند کے علمی مراکز دنیا بھر کے طالبانِ علم کے لیے مرجع بن گئے۔ House of Wisdom میں یونانی، ایرانی اور ہندی علوم کے تراجم ہوئے، نئی تحقیقات سامنے آئیں، اور تجرباتی سائنس کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ یورپ اُس وقت جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ مسلمان علم و تحقیق کے آفتاب بن کر دنیا کو روشنی فراہم کر رہے تھے۔

لیکن افسوس! جب امتِ مسلمہ نے قرآن کی اصل روح یعنی فکر، تدبر، تحقیق اور عمل کو چھوڑ دیا، تو زوال اس کا مقدر بن گیا۔ علوم سے دوری، جمودِ فکر، اور محض ماضی پر فخر نے اس کے ہاتھوں سے قیادت کی باگ چھین لی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان دوبارہ قرآن کی طرف رجوع کریں، اُس کی دعوتِ فکر کو سمجھیں، اور جدید سائنس کو ایمان و اخلاق کی روشنی میں انسانیت کی خدمت کا ذریعہ بنائیں۔

کیونکہ اگر سائنس اخلاق و روحانیت سے خالی ہو جائے تو وہ ایٹم بم اور تباہی کا ہتھیار بن جاتی ہے، اور اگر مذہب عقل و شعور سے عاری ہو جائے تو وہ محض رسوم و ظواہر کا مجموعہ رہ جاتا ہے۔ اسلام ان دونوں کے درمیان ایسا حسین امتزاج پیش کرتا ہے جس میں عقل بھی زندہ رہتی ہے اور روح بھی۔ علم بھی پروان چڑھتا ہے اور ایمان بھی۔ تحقیق بھی آگے بڑھتی ہے اور انسانیت بھی محفوظ رہتی ہے۔

پس حقیقت یہی ہے کہ قرآن اور سائنس دو متضاد قوتیں نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف مظاہر ہیں۔ ایک خالق کے کلام کی روشنی ہے اور دوسرا اُس کی بنائی ہوئی کائنات کا مطالعہ۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں تو انسان نہ صرف زمین کی وسعتوں کو مسخر کرتا ہے بلکہ اپنے رب کی معرفت کے نور سے بھی منور ہو جاتا ہے۔

آج کے مسلمانوں کا المیہ ایک دردناک حقیقت

محمد مشرف علی تیغی، مظفر،بہار

آج کا دور مسلمانوں کے لیے نہایت نازک، آزمائش بھرا اور فتنوں سے پُر دور بن چکا ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمان اپنی شناخت کی وجہ سے نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ کہیں *داڑھی* اور ٹوپی جرم بن چکی ہے، کہیں برقعہ پوش مسلم خواتین کو ظلم و ستم کا سامنا ہے، کہیں مدارس کے طلبہ ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، تو کہیں اسلامی شعائر کی توہین کھلے عام کی جا رہی ہے۔

مساجد، مدارس، مزارات اور دینی مراکز پر حملے ہو رہے ہیں، اسلامی اقدار کو مٹانے کی کوششیں جاری ہیں، اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ ابھی تک غفلت کی نیند سو رہا ہے۔ ہم دوسروں پر ہونے والے ظلم کو محض ایک خبر سمجھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں، حالاں کہ تاریخ گواہ ہے کہ جب ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کی جائے تو وہ آگ ایک دن سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

قرآنِ کریم ہمیں ظلم کے خلاف کھڑے ہونے کا درس دیتا ہے۔ اگر آج ہم خاموش رہیں گے تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ صرف جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ حکمت، اتحاد، شعور اور عملی اقدامات سے حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ امت کے اصل مسائل پسِ پشت ڈال دیے گئے ہیں۔ ہم آج بھی معمولی اختلافات، مسلکی بحثوں اور شخصیات کی اندھی تقلید میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہماری توانائیاں اس بات پر صرف ہو رہی ہیں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط، جب کہ دشمن ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر ہماری بنیادیں کمزور کر رہا ہے۔

اگر کوئی کسی شخصیت، پیر یا کسی کے استاذ کے خلاف بات کر دے تو فوراً ردِ عمل سامنے آتا ہے، مگر جب دینِ اسلام، شعائرِ اسلام، یا ناموسِ رسالت ﷺ پر حملے ہوتے ہیں تو اکثر زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہماری غیرت کس کے لیے بیدار ہوتی ہے؟ اسلام کسی ایک شخصیت، جماعت یا خانقاہ کا نام نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مقدس دین ہے۔ اسلام ایک آفاقی دین ہے، شریعت سب سے مقدم ہے، اور ہر بات کو اسی کے پیمانے پر پرکھا جانا چاہیے۔

آج امت کو سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ اتحاد ہے۔ اختلافات کو ہوا دینے کے بجائے مشترکہ مسائل پر اکٹھا ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جب مسلمان آپس میں بٹ گئے تو ان کی حکومتیں بھی ختم ہو گئیں اور ان کی عزت بھی چھین لی گئی۔ آج ہم اپنے ہی وطن میں اجنبیت محسوس کر رہے ہیں تو اس کی ایک بڑی وجہ ہماری باہمی تقسیم اور بے حسی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف دعاؤں سے کام نہیں چلے گا، بلکہ دعا کے ساتھ عملی جدوجہد، تعلیمی بیداری، سیاسی شعور، معاشی مضبوطی اور میڈیا کے مؤثر استعمال کی بھی ضرورت ہے۔ سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ کو مثبت انداز میں استعمال کر کے حق کی آواز بلند کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ امت متحد ہو۔

ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ دینی قیادت، تنظیمیں اور خانقاہیں امت کے مسائل پر کتنی سنجیدگی سے کام کر رہی ہیں۔ قوم صرف خطابات سے نہیں، بلکہ عملی رہ نمائی اور قربانی سے زندہ

ہوتی ہے۔ عوام کے درد کو محسوس کرنا اور ان کے مسائل میں شریک ہونا ہی اصل قیادت ہے۔

آج وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان اپنی ترجیحات درست کریں، شخصیت پرستی سے نکلیں، اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق متحد ہو جائیں۔ اگر ہم نے اب بھی ہوش نہ سنبھالا تو تاریخ خود کو دہرا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اتحاد، بصیرت، استقامت اور حق پر ڈٹ جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

موبائل نمبر: 7860544956



تعارفِ دعوتِ اقرا — قسط: دوم

دورِ حاضر کی ضرورت اور تنظیم کا قیام

فقیر قادری محمد فیض علی

پہلی قسط میں ہم نے دعوتِ اقرا آرگنائزیشن کے تعارف اور اس کے بنیادی مقصد پر مختصر گفتگو کی تھی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسی تنظیم کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور امتِ مسلمہ کے لیے مختلف قسم کے فکری، تعلیمی، سماجی اور قانونی چیلنجز کا دور ہے۔ ایک طرف علم و معلومات کے ذرائع میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، تو دوسری طرف فکری انتشار، سماجی بے حسی اور اجتماعی کمزوریوں نے بھی نئی شکل اختیار کر لی ہے۔

تعلیمی میدان میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اب بھی پسماندگی کا شکار ہے۔ بہت سے نوجوان نہ دینی علوم سے خاطر خواہ واقف ہیں اور نہ ہی عصری تقاضوں کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا پاتے ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنی شناخت، ذمہ داریوں اور اجتماعی کردار کے بارے میں ابہام کا شکار ہو جاتے ہیں۔

فکری اعتبار سے بھی حالات تشویش ناک ہیں۔ سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ نے جہاں مثبت امکانات پیدا کیے ہیں، وہیں بے شمار شبہات، غلط معلومات اور گمراہ کن نظریات کو بھی فروغ دیا ہے۔ نوجوان نسل روزانہ ایسے سوالات اور فکری چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے جن کے لیے مضبوط علمی رہنمائی کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔

سماجی سطح پر امت مختلف قسم کے انتشار اور باہمی کمزوریوں کا شکار ہے۔ اتحاد، باہمی تعاون اور اجتماعی شعور میں کمی نے بہت سے مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں مختلف مواقع پر مذہبی منافرت، ہجومی تشدد، تعلیمی امتیاز، مذہبی شناخت سے متعلق تنازعات اور قانونی معاملات میں پیش آنے والے بعض واقعات نے بھی مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے میں تشویش پیدا کی ہے۔

دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور مشکلات بھی ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جب کوئی قوم تعلیم، شعور، اتحاد اور منظم جدوجہد سے دور ہو جاتی ہے تو اسے سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے حالات کا محض شکوہ کرنا کافی نہیں، بلکہ ان کے حل کے لیے مثبت اور منظم کوشش بھی ضروری ہے۔

انہی حقائق اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ احساس پیدا ہوا کہ ایک ایسا پلیٹ فارم وجود میں آنا چاہیے جو تعلیم، شعور، تحقیق، اصلاحِ معاشرہ اور خدمتِ ملت کے میدان میں اپنی بساط کے مطابق مؤثر کردار ادا کر سکے۔ ایسا پلیٹ فارم جو نوجوانوں کی رہنمائی کرے، علمی و فکری بیداری پیدا کرے، اور امت میں مثبت اجتماعی سوچ کو فروغ دے۔

اسی احساسِ ذمہ داری کے نتیجے میں دعوتِ اقرا آرگنائزیشن کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا مقصد کسی قسم کی نفرت، تصادم یا انتشار کو فروغ دینا نہیں، بلکہ علم، حکمت، اصلاح، شعور اور مثبت عملی جدوجہد کے ذریعے معاشرے میں خیر اور بھلائی کے کاموں کو آگے بڑھانا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ مضبوط تعلیم، صحیح فکر، منظم کوشش اور باہمی تعاون ہی وہ بنیادیں ہیں جن پر ایک بہتر مستقبل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ دعوتِ اقرا آرگنائزیشن اسی یقین اور اسی عزم کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔

✍ فقیر قادری محمد فیض علی
بانی، دعوتِ اقرا آرگنائزیشن



بِہار اور بہاری

محمد مشرف علی تیغی، مظفر پور، بہار

بہار صرف ایک نام نہیں، ایک عظیم تاریخ، تہذیب اور روحانیت کا استعارہ ہے۔

بہار محض ایک جغرافیائی خطہ یا ریاست کا نام نہیں، بلکہ یہ برصغیر کی ہزاروں سالہ تاریخ، تہذیب، علم، حکمت، روحانیت اور تمدن کا روشن باب ہے۔ اگر ہندوستان کی تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو معلوم ہوگا کہ بہار نے ہر دور میں ملک و ملت کی فکری، علمی، سیاسی اور روحانی رہنمائی کی ہے۔

اشوک کے عہد میں پاٹلی پترا (موجودہ پٹنہ) ایسی عظیم سلطنت کا دارالحکومت تھا جس کی حدود دور دراز علاقوں (ایران) تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہی سرزمین قدیم مگدھ دیس کہلاتی تھی، جس کا نام بعد کے ادوار میں تبدیل ہو کر "بہار" مشہور ہوا۔

یہی بہار مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ گوتم بدھ کا تعلق اسی مقدس سرزمین سے ہے، اور جین دھرم کے بانی مہابیر بھی اسی دھرتی پر جلوہ گر ہوئے۔ علمِ ریاضی کے عظیم ماہر آریہ بھٹ، جنہوں نے دنیا کو صفر جیسا بے مثال تحفہ دیا، اسی بہار کی علمی فضاؤں میں پروان چڑھے۔ سکھ مت کے دسویں گرو، گرو گوبند سنگھ جی کی جائے پیدائش بھی پٹنہ ہے، جہاں آج عظیم الشان گوردوارہ صاحب موجود ہے۔

دنیا کی قدیم ترین اور عظیم ترین درس گاہوں میں شمار ہونے والی نالندہ یونیورسٹی بھی اسی بہار کی علمی عظمت کی گواہ ہے، جہاں دنیا بھر سے طلبہ علم حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔

سیاسی اعتبار سے بھی بہار کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ہندوستان کی اولین منظم حکومتوں میں سے ایک کا قیام (320 قبل مسیح)چندر گپت موریہ نے اسی سرزمین سے کیا۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں بھی بہار کے فرزندوں نے نمایاں کردار ادا کیا اور ظلم و استبداد کے خلاف آواز بلند کی۔

اگر دینی اور روحانی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو بہار کا مقام مزید نمایاں ہو جاتا ہے۔ برصغیر میں علومِ حدیث، فقہ اور تصوف کی اشاعت میں اس سرزمین کے اکابرین کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ حضرت مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ علمی و

روحانی فیوض، اور بے شمار اولیائے کرام کی خدمات اس حقیقت پر روشن دلیل ہیں۔

اسی بہار سے حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ نے فیض حاصل کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی بہار کے اکابرین کی گہری نسبتیں اور محبتیں تاریخ کا روشن باب ہیں۔ بلکہ ان کو مجدد کا لقب اسی بہار سے دیا گیا۔

اس سرزمین نے ایسے بزرگ، علماء، محدثین، فقہاء اور صوفیاء پیدا کیے جنہوں نے دینِ اسلام کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کر دیں۔

شیر شاہ سوری، جن کی سیاسی بصیرت اور انتظامی اصلاحات آج بھی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جاتی ہیں، اسی بہار کے سپوت تھے۔ ان کا عظیم مقبرہ آج بھی بہار کی سرزمین پر موجود ہے اور اس کے تاریخی وقار کی یاد دلاتا ہے۔

اسی سرزمین پر محب اللہ شاہ بہاری، سید مجیب اللہ شاہ بہاری، منعم پاک، سید محمد قادری امجھری، سید عبداللہ ابدال قادری سہسرامی، نعمت اللہ شاہ المعروف خاکی بابا، سید علی ابدال، سرکار مہسی، داتا کمبل شاہ، داتا مظفر شاہ، علامہ ارشد القادری، سید سلیمان اشرف، ظفر الدین بہاری، سرکار سرکانہی، محدث سورتی، امین شریعت، امام علم و فن، شیر بہار اور دیگر بے شمار اولیاء، علماء اور مشائخ آرام فرما ہیں جنہوں نے دین و ملت کی بے مثال خدمت انجام دی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ کسی ایک فرد کی غلطی کو بنیاد بنا کر پوری قوم یا پورے خطے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ "بہاری" کو حقارت یا کمزوری کی علامت سمجھنا نہ صرف تاریخی حقائق سے ناواقفیت ہے بلکہ ایک پورے تہذیبی اور علمی ورثے کی توہین بھی ہے۔

کسی ایک شخص کی لغزش کی بنیاد پر کروڑوں بہاریوں کو موردِ الزام ٹھہرانا انصاف، عقل اور شریعت تینوں کے خلاف ہے۔

جس سرزمین نے علم، حکمت، روحانیت، سیاست، ادب اور تمدن کے ایسے عظیم چراغ روشن کیے ہوں، اس کے باشندوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا درحقیقت اپنی تاریخی لاعلمی کا اظہار ہے۔

بعض حضرات حضرت مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی شعر:

"در بہاری بوئے وفا نیست
گرچہ من بہاری است"

کو غلط مفہوم میں پیش کر کے تمام بہاریوں کو بے وفا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ صوفیانہ کلام میں الفاظ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے، بلکہ ان کے مخصوص روحانی اور عرفانی مفاہیم ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ خود حضرت کے نام کے ساتھ "بہاری" کی نسبت موجود ہے، لہٰذا یہ تصور ہی باطل ہے کہ وہ اپنی پوری سرزمین اور اس کے باشندوں کی مذمت فرما رہے ہوں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعصب، علاقائیت اور نفرت کے بجائے محبت، اخوت اور باہمی احترام کو فروغ دیں۔ ہر خطے اور ہر قوم میں اچھے اور برے افراد ہوتے ہیں، مگر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی فرد کے عمل کا بوجھ پوری قوم پر نہ ڈالا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تاریخ کو صحیح تناظر میں سمجھنے، اکابرینِ دین کے احترام، باہمی محبت اور اخوت کو فروغ دینے، اور تعصب و نفرت سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین۔

نوٹ: یہ چند مختصر اشارات ہیں۔ بہار کی تاریخ، علمی خدمات، روحانی ورثے اور تہذیبی عظمت کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی مستند کتابوں اور تاریخی مراجع کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔



مبارک حسین مصباحی

آہ مبارک پور سے مبارک شب حضرت مبارک جل بسے

محمد مشرف علی تیغی، مظفر، بہار

۵ جون ۲۰۲۶، بمطابق ۱۸ ذی الحجہ، شب تقریباً ۱۲ بجے بزریعہ محمد فاضل وندھانی (مہاراشٹر) متعلم الجامعتہ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی یہ اندوہ ناک خبر موصول ہوئی کہ فخرِ صحافت، عظیم ادیب، مفکرِ ملت، حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی علیہ الرحمہ دارِ فانی سے دارِ بقا کی جانب روانہ ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

کبھی کبھی آسمان بھی اس طرح ٹوٹ کر گرتا ہے کہ زمین پر بسنے والے لفظوں کے مسافر سناٹے میں کھو جاتے ہیں۔ دل کے دریچوں پر ایسی اداسی اترتی ہے جو برسوں تک اترنے کا نام نہیں لیتی۔ آج ادیبِ شہیر، حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نور اللہ مرقدہ کے وصال پر ملال کی خبر بھی کچھ ایسی ہی ہے یہ ایک بے آواز چیخ ہے، جو روح کی گہرائیوں میں جا کر ٹھہر گئی ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کتابوں کے اوراق اچانک زرد ہو گئے ہوں، روشنائی نے بہنا چھوڑ دیا ہو، اور قلم کی نوک پر ٹھہرا ہوا نور یکایک بجھ گیا ہو۔

ماہ نامہ اشرفیہ کا وہ مبارک قلم، جو علم کی شمعیں جلاتا، فکر کی راہوں کو روشن کرتا اور دلوں میں یقین کے چراغ سجاتا تھا آج ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

حضرت کا وصال محض ایک فرد کا بچھڑ جانا نہیں، بلکہ ایک پورے عہد کا اختتام ہے۔ آپ صرف ایک مدیر نہ تھے، بلکہ ایک درویش صفت قلم کار تھے، جن کے الفاظ میں تاثیر، جملوں میں زندگی اور خیالات میں امت کا درد دھڑکتا تھا۔

آپ کی تحریریں محض سیاہی سے لکھی سطور نہ تھیں، بلکہ دلوں کی دھڑکنیں تھیں جو قاری کے وجود میں اتر کر اسے بدل دیا کرتی تھیں۔

جب آپ لکھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے علم خود قلم تھامے ہوئے ہے، اور جب بولتے تو حکمت آپ کے لہجے میں جلوہ گر ہوتی۔ آپ کی پوری زندگی علم، دین اور اصلاحِ امت کی مسلسل جدوجہد گزری ۔

آپ کی ادارت میں متعدد تاریخی اور یادگار خصوصی شمارے شائع ہوئے، جن میں نمایاں ہیں:
پیغمبر اعظم نمبر (۱۹۹۲ء)، انوار حافظ ملت نمبر (۱۹۹۲ء)، تعلیمی کنونشن نمبر (۱۹۹۶ء)، سلطان الہند غریب نواز نمبر (۱۹۹۸ء)، جشن شارح بخاری نمبر (۲۰۰۰ء)، فقیہ اعظم ہند نمبر (۲۰۰۰ء)۔
اسی طرح "سیدین نمبر" جیسا عظیم الشان کارنامہ، جو ۱۳۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، آپ کی علمی بصیرت اور محنت شاقہ کا زندہ ثبوت ہے۔

آپ کے شہرہ آفاق اداریے، جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئے، ان میں شامل ہیں:
(۱) افتراق بین المسلمین کے اسباب
(۲) جادۂ حق و صداقت
(۳) برصغیر میں افتراق بین مسلمین کا آغاز و ارتقا

(۴) بگڑتے حال، بدلتے چہرے
(۵) وحید الدین خاں سے دو باتیں

یہ تمام مضامین بعد ازاں "برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب" کے نام سے یکجا شائع ہوئے، جس کے متعدد ایڈیشن انڈیا اور پاکستان سے شائع ہو کر عوام و خواص میں مقبول ہوئے۔

آپ نے ان اداریوں کے ذریعے امت کے فکری انتشار کا منصفانہ اور مدلل تجزیہ پیش کیا، حق و باطل کے درمیان واضح خطِ امتیاز قائم کیا، اور گمراہ کن نظریات کا علمی و فکری محاسبہ کیا۔

آپ کی ایک اور اہم تصنیف "شہرِ خموشاں کے چراغ" ہے، جو تقریباً ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں تقریباً پچاس عظیم شخصیات کے وصال پر لکھی گئی تعزیتی تحریریں شامل ہیں جن میں زبان و بیان کا ایک منفرد اور دل نشین انداز جھلکتا ہے۔

آپ کی ادارت میں ماہ نامہ اشرفیہ نے نہ صرف طباعت، ڈیزائننگ اور معیار میں ترقی کی بلکہ مضامین کے تنوع کے اعتبار سے بھی ایک منفرد مقام حاصل کیا۔

آپ ایک باصلاحیت قلم کار اور مدبر مدیر کی حیثیت سے ہمیشہ نسلِ نو کی رہ نمائی کرتے رہے، اور اپنی علمی و دینی خدمات کے ذریعے دلوں کو منور کرتے رہے۔

بلاشبہ، آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

آخر میں بس اتنا ہی کہنا چاہوں گا:

خدا بخشے، بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں...

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

شریکِ غم: مریدِ حضور مرشد ملت محمد مشرف علی حنفی القادری مجددی تیغی مظفرپور، بہار، انڈیا

بانی: دعوتِ اقرا آرگنائزیشن، مدیر: ماہ نامہ تیغیہ

جواہر تحریر دے گیا

لعلِ سخن، جواہر تحریر دے گیا
بزمِ قلم کو اک نئی توقیر دے گیا

کردار جاوداں ہے مبارک حسین کا
تخریب میں بھی وہ رہِ تعمیر دے گیا

بیتاب ہے جہانِ سخن اس کی موت پر
اہلِ سنن کو صدمۂ دلگیر دے گیا

رب مغفرت کرے کہ ضیائے قلم سے وہ
ذروں کو بھی اجالے کی تاثیر دے گیا

الفاظ کو ستاروں کے پیکر میں ڈھال کر
کاغذ پہ کہکشاں کی وہ تصویر دے گیا

لکھتا رہا وہ فیض عزیزی کی چھاؤں میں
وہ ہم کو علم و حکمت و تدبیر دے گیا

ترویجِ ماہنامۂ اشرفیہ کرکے وہ
اعزاز کا ذریعۂ اکسیر دے گیا

فکر رضا سے اس کا قلم تابدار ہے
وہ شر کو زیر کرنے کی شمشیر دے گیا

لاکھوں دلوں کو ذوق ادب سے سنوار کر
چشمِ خیال و خواب کو تعبیر دے گیا

اُس ساقیِ ادب پہ فریدؔی ہوں رحمتیں
ملت کو جام آگہی وہ میر دے گیا

از قلم: فریدؔی صدیقی مصباحی

عالمی خبر

محمد فیض علی مصباحی

عالمی منظرنامہ: مئی اور جون 2026

۱۔ ایران-امریکہ جنگ: "اسلام آباد مذاکرات"۔تاریخ کا موڑ یا عارضی وقفہ؟

یہ اس ماہ کی سب سے بڑی، سب سے پیچیدہ اور سب سے اہم خبر ہے۔ پس منظر یاد رہے: ۲۸ فروری ۲۰۲۶ کو امریکہ اور اسرائیل نے ایران پر مشترکہ فضائی حملے کیے، جس میں سپریم لیڈر علی خامنہ ای سمیت متعدد اعلیٰ ایرانی حکام ہلاک ہوئے۔ جواب میں ایران نے اسرائیل اور امریکی اڈوں پر میزائل اور ڈرون برسائے اور آبنائے ہرمز بند کر دی — وہ سمندری گزرگاہ جس سے دنیا کے تیل کا ۲۰ فیصد گزرتا ہے۔

اس جنگ کا معاشی اثر تاریخ کی سب سے بڑی تیل سپلائی رکاوٹ کی صورت میں نمودار ہوا، جس نے توانائی، کھاد، ہوابازی اور سیاحت کی صنعتوں کو تہ و بالا کر دیا۔

۱۱ اپریل کو اسلام آباد میں امریکی نائب صدر جے ڈی وانس اور ایرانی پارلیمنٹ اسپیکر محمد باقر قالیباف کے درمیان ۲۱ گھنٹے طویل براہِ راست مذاکرات ہوئے — ۱۹۷۹ کے بعد دونوں ممالک کے درمیان اعلیٰ ترین سطح کی پہلی ملاقات۔

مذاکرات بے نتیجہ رہے اور امریکہ نے ہرمز کی ناکہ بندی شروع کر دی۔ پھر مئی اور جون میں صورتحال بدلی۔

پاکستانی وزیرِ اعظم شہباز شریف نے ۱۲ جون کو اعلان کیا کہ امریکہ اور ایران نے جنگ ختم کرنے کے حتمی متن پر اتفاق کر لیا ہے۔

۱۷ جون کو صدر ٹرمپ نے فرانس کے صدر ایمانوئیل میکرو کے ساتھ ورسائی محل میں رات کے کھانے کے دوران یادداشت پر دستخط کیے، اور بعد میں تہران میں ایرانی صدر مسعود پزشکیان نے بھی اپنے دستخط ثبت کیے۔

"اسلام آباد مذاکراتی یادداشت" میں کیا ہے؟

یہ ۱۴ نکاتی "فریم ورک معاہدہ" ہے جس میں فوجی حملوں کا خاتمہ، آبنائے ہرمز کو ۶۰ دن کے لیے تجارتی بحری جہازوں کے لیے مفت کھولنا، اور امریکی بحری ناکہ بندی ختم کرنا شامل ہے۔ ایران کو ۳۰۰ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا منصوبہ دینے اور منجمد اثاثے واپس کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔

لیکن بنیادی سوالات ابھی بھی موجود ہیں:

ایران کے جوہری پروگرام اور بیلسٹک میزائل سے متعلق کوئی معاہدہ نہیں ہوا — یہ معاملات ۶۰ روزہ جنگ بندی کے دوران ہونے والے مذاکرات پر چھوڑ دیے گئے ہیں۔

اور صرف تین دن بعد — ۲۰ جون کو ایران نے ایک بار پھر آبنائے ہرمز بند کرنے کا اعلان کر دیا، یہ کہتے ہوئے کہ اسرائیل کا لبنان میں فوجیں رکھنا معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

یعنی دستخط ہوئے تین دن بھی نہیں گزرے — اور معاہدہ لرز رہا ہے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق ٹرمپ نے نومبر ۲۰۲۶ کے وسط مدتی انتخابات کے پیشِ نظر یہ معاہدہ کیا، کیونکہ جنگ کی وجہ سے تیل کی قیمتیں آسمان پر تھیں، مہنگائی بڑھ رہی تھی اور ان کی مقبولیت

گر رہی تھی۔

سوال یہ ہے: کیا وہ جنگ جو ایران کے سپریم لیڈر کے قتل سے شروع ہوئی، جس نے دنیا کی توانائی منڈیوں کو ہلا کر رکھ دیا، جس میں ہزاروں جانیں گئیں — کیا اس کا انجام ایک ۶۰ روزہ "مہلت" ہے جس میں اصل مسائل کا کوئی حل نہیں؟

۲ — غزہ: جنگ بندی کے باوجود قتلِ عام جاری

اکتوبر ۲۰۲۵ سے جون ۹، ۲۰۲۶ تک اسرائیل نے جنگ بندی معاہدے کی کم از کم ۳,۲۰۱ مرتبہ خلاف ورزی کی — فضائی حملوں، توپ باری اور براہِ راست فائرنگ کے ذریعے۔

جون ۱۷ تک غزہ میں "جنگ بندی" کے بعد بھی ۱,۰۰۵ فلسطینی ہلاک ہو چکے تھے:

مئی ۳، ۲۰۲۶ تک مجموعی طور پر ۷۵,۸۱۱ افراد ہلاک ہو چکے ہیں جن میں ۷۳,۷۷۰ سے زیادہ فلسطینی ہیں — اور ان میں ۲۷۰ صحافی، ۱۲۰ اکادمی پروفیسر اور ۵۶۰ سے زیادہ امدادی کارکن شامل ہیں۔

۲۰ مئی سے ۳ جون کے درمیان اکیلے ۴۵ فلسطینی مارے گئے اور ۲۵۴ زخمی ہوئے۔ امدادی کاموں میں فنڈ کی کمی نے بعض اہم خدمات بند یا محدود کر دی ہیں۔

جنگ بندی معاہدے میں طے ہوا تھا کہ ۱۴۴,۰۰۰ امدادی ٹرک غزہ میں داخل ہوں گے، لیکن اکتوبر ۲۰۲۵ سے اب تک صرف ۵۲,۱۲۹ ٹرک — یعنی محض ۳۶ فیصد — اندر جا سکے۔

اور جو چیزیں بھیجی گئیں وہ بھی غذائیت سے عاری — چپس، چاکلیٹ، مشروبات — جبکہ گوشت، دودھ اور سبزیاں روکی گئیں۔

UNRWA نے ۱۰ سے ۱۶ جون کے دوران ۵۸,۶۵۸ بچوں کو عارضی تعلیمی مراکز میں پڑھانے کا اہتمام کیا — یہ وہ بچے ہیں جن کے اسکول ملبے میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

اقوامِ متحدہ نے کہا کہ غزہ کی تعمیرِ نو پر ۷۰ ارب ڈالر درکار ہیں — "اس کی جدید تاریخ میں کوئی مثال نہیں"۔ لیکن جب ابھی تک خون بہہ رہا ہو تو تعمیرِ نو کون کرے گا؟

۳ — لبنان جنگ: اسرائیل کی "آپریشن ابدی تاریکی"

۳۰ مئی کو اسرائیلی فوج نے ۲۰۰۶ کے بعد پہلی بار دریائے لیتانی کے شمال میں قدم رکھا۔

۱۹ جون کو ٹرمپ نے اعلان کیا کہ اسرائیل اور حزب اللہ نے جنگ بندی پر اتفاق کر لیا ہے — لیکن اگلے ہی روز اسرائیل نے لبنان میں متعدد مقامات پر حملے جاری رکھے اور دو دن میں ۱۴۵ مزید افراد ہلاک ہوئے۔

خود ٹرمپ نے G7 میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اسرائیلی وزیرِ اعظم نیتن یاہو کو "لبنان کے معاملے میں زیادہ ذمہ داری دکھانی چاہیے" اور "ہر بار کسی کو ڈھونڈتے وقت پوری عمارت گرانا ضروری نہیں۔"

یہ ایک اہم لمحہ تھا — لیکن الفاظ اور اقدام میں فرق ہے۔

۴ — G7 اجلاس: امریکہ کے گرد دنیا

۱۵ سے ۱۷ جون تک فرانس کے شہر Évian-les-Bains میں G7 سربراہی اجلاس منعقد ہوا جس میں ایران جنگ اور یوکرین بحران مرکزی موضوع رہے۔

نیوز ویک نے لکھا کہ ۲۰۱۸ میں اتحادیوں نے ٹرمپ کو نظام کے اندر رکھنے کی کوشش کی تھی — ۲۰۲۶ میں G7 خود ٹرمپ کے ارد گرد ڈھل رہا ہے۔

اجلاس کی تاریخ بھی ٹرمپ کی سہولت کے مطابق بدلی گئی — پہلے ۱۴ جون مقرر تھی لیکن یہ ٹرمپ کی ۸۰ویں سالگرہ اور وائٹ ہاؤس میں UFC لڑائی کی تقریب کا دن تھا، سو تاریخ آگے بڑھا دی گئی۔

اجلاس میں ایک مشترکہ بیان پر اتفاق ہوا جس میں ٹرمپ کو ایران معاہدے پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور روس پر سخت

پابندیوں کا عہد کیا گیا۔

۵– یوکرین: جنگ کا چوتھا سال، امریکی توجہ کا خلا

یوکرین کے صدر زیلنسکی نے G7 سے شکوہ کیا کہ ایران جنگ نے امریکی توجہ کو یوکرین سے ہٹا دیا ہے، جبکہ جنگ بندی کے لیے مذاکرات کہیں آگے نہیں بڑھے۔

روسی حملوں میں جون کے وسط میں Sloviansk میں تین اور Zaporizhzhia میں ایک شہری مارا گیا۔

یوکرین کے ڈرونز اب گہری روسی سرزمین تک پہنچنے لگے ہیں جو میدانِ جنگ کی فراہمی لائنیں کاٹ رہے ہیں۔

یورپی سفارت کاروں نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ٹرمپ کو قائل کیا جائے کہ امریکی امن تجاویز روس کے لیے بہت نرم ہیں— لیکن "ہم تیزی سے ایسی دنیا کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں کم امریکہ ہو۔"

٦– یورپ-امریکہ تجارتی معاہدہ: دباؤ کی سیاست

یورپی پارلیمنٹ نے امریکہ کے ساتھ تجارتی معاہدے کی منظوری دے دی، لیکن MEPs نے اس میں ایک شق شامل کی کہ اگر ۲۰۲۹ کے اختتام تک معاہدہ تجدید نہ ہوا تو یہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

ٹرمپ نے دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر یورپی یونین نے ۴ جولائی تک معاہدہ نہ کیا تو یورپی گاڑیوں پر ٹیکس ۱۵ سے ۲۵ فیصد کر دیا جائے گا۔

یعنی یہ معاہدہ رضامندی سے نہیں، خوف سے ہوا۔

۷– سوڈان: وہ قحط جسے دنیا نہیں دیکھتی

۲۰۲٦ میں سوڈان میں ۲۱ ملین سے زیادہ افراد شدید غذائی قلت کا شکار ہیں— اور سب سے زیادہ متاثر بچے ہیں۔

خاندان دن میں ایک بار کھاتے ہیں یا بالکل نہیں۔ کچھ لوگ ابلے ہوئے پتوں یا جانوروں کے چارے پر زندہ ہیں— یہ خوراک کا بحران نہیں— یہ زندہ رہنے کا بحران ہے۔ امدادی منصوبے کو ۲.۹ ارب ڈالر چاہیے جس میں سے ابھی تک صرف ۵.۵ فیصد موصول ہوئے ہیں۔

IRC کے مطابق دنیا بھر کے قحط زدہ علاقوں سے زیادہ لوگ تنہا سوڈان میں فاقہ کشی کی حالت میں ہیں۔

ایران جنگ پر ہر چینل پر چرچا ہے۔ سوڈان؟ وہاں کی خبر پوچھنی پڑتی ہے۔

جنوبی سوڈان بھی ہلکان:

اپریل-جولائی ۲۰۲٦ کے دوران جنوبی سوڈان کی ۵٦ فیصد آبادی یعنی ۷.۸ ملین افراد شدید غذائی بحران کا شکار ہیں، جن میں ۷۳,۳۰۰ افراد بدترین سطح (IPC فیز ۵) پر ہیں— جو پچھلے اندازے سے ۱٦۰ فیصد زیادہ ہے۔

۸– عالمی موسمیاتی بحران: سیارہ آگ کی لپیٹ میں

مئی ۲۰۲٦ میں یورپ، ایشیا اور افریقہ میں ریکارڈ گرمی ریکارڈ ہوئی۔ سائنس دانوں نے خبردار کیا کہ ۲۰۲٦ ریکارڈ گرم ترین سالوں میں شامل ہو سکتا ہے۔ پاکستان، ہندوستان اور مشرقِ وسطیٰ میں درجہ حرارت ۵۰ ڈگری سیلسیس تک پہنچا۔

G7 نے موسمیاتی تبدیلی پر بیان دیا لیکن کوئی پابند عہد نہیں کیا— کیونکہ ٹرمپ پیرس معاہدے سے باہر ہیں اور G7 کو ٹرمپ کو ناراض نہیں کرنا۔

۹– بھارت کی سفارتی پیش قدمی

19 جون کو بھارتی وزیر اعظم کا فرانس کا دورہ کامیاب رہا۔ Nice میں "Bharat Innovates" پروگرام کا آغاز ہوا، VivaTech میں بھارت کو AI Country of Focus قرار دیا گیا۔ فرانس کے علاوہ برطانیہ کے ساتھ FTA اور کینیڈا کے ساتھ CEPA کی راہ ہموار ہوئی۔

۱۰– ماحولیات: ال نینو کی واپسی اور سائنسی امید

ماحولیاتی لحاظ سے یہ مہینہ تشویش ناک رہا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے 5 جون کو باکو میں خبردار کیا کہ زمین خطرناک حد پار کر چکی ہے۔ 11 جون کو NOAA نے El Niño کے باضابطہ آغاز کا اعلان کیا۔ Sentinel-6 سیٹلائٹ کے ڈیٹا سے پتہ چلا کہ بحر الکاہل کا پانی 0.5 ڈگری سلسیس سے زیادہ گرم ہے، جس کے نتیجے میں شدید بارشیں، گرمی کی لہریں اور قحط کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔

اس کے باوجود امید کی کرن بھی نکلی۔ اوساکا میٹروپولیٹن یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے 11 جون کو بغیر بیٹری والا مصنوعی فوٹو سنتھیسس آلہ پیش کیا جو سورج کی روشنی، پانی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ سے براہ راست فارمک ایسڈ (ایندھن) بنا سکتا ہے۔

۱۱ — جیو بائیو لوجی کا انکشاف

اسی دن SPUN کے سائنسدانوں نے Science جریدے میں زیر زمین فنگل نیٹ ورک کا نقشہ شائع کیا۔ آربسکولر مائیکورائزہ فنگس کے ریشوں کی کل لمبائی 68 کواڈریلین میل ہے — زمین سے سورج تک کے فاصلے سے ارب گنا زیادہ۔ یہ نیٹ ورک سالانہ 4 ارب ٹن CO_2 جذب کرتا ہے اور زرعی زمینوں میں اس کی کثافت 50 فیصد کم ہو چکی ہے، جو زرخیزی کے لیے سنگین خطرہ ہے۔

۱۲ — سماجی اور طبی پیش رفت

- یونیسکو نے 18 جون کو تعلیمی بحران کی رپورٹ جاری کی اور "Debt-for-Education Swaps" کی تجویز دی۔
- جرمنی کے سائنسدانوں نے WiFi سگنلز سے بغیر کیمرے جاسوسی کی ٹیکنالوجی ثابت کی۔
- Scripps Institute نے فینٹانیل اوور ڈوز سے بچاؤ والی ویکسین تیار کر لی۔

دیگر اہم واقعات

- 29 مئی: Blue Origin کا New Glenn راکٹ دھماکے سے تباہ۔
- 31 مئی: عالمی انسداد تمباکو نوشی دن (vaping پر فوکس)۔
- 14 جون: وائٹ ہاؤس پر UFC Freedom 250 کا انعقاد۔

آخری تجزیہ

اس ماہ دنیا نے دیکھا کہ جنگیں کیسے شروع ہوتی ہیں اور کیسے "ختم" ہوتی ہیں — لیکن بنیادی سوالات وہیں کے وہیں رہتے ہیں۔ غزہ میں بچے مر رہے ہیں "جنگ بندی" کے دوران۔ سوڈان میں قحط ہے جسے کوئی نہیں دیکھتا۔ آبنائے ہرمز آج بند ہوئی، کل کھلی، پرسوں پھر بند — اور دنیا کی معیشت اس دروازے کی قیدی ہے۔

جو طاقت ایران سے لڑتی ہے، وہی غزہ میں بم بھی دیتی ہے اور امن بھی مانگتی ہے۔ جو G7 "جمہوریت اور اقدار" کی بات کرتا ہے، وہی اپنی تاریخ کا پہلا سربراہی اجلاس ایک شخص کی سالگرہ کی سہولت کے لیے ملتوی کر دیتا ہے۔

تاریخ لکھی جا رہی ہے — لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کس کی تاریخ ہے؟ نیز مئی-جون 2026 نے یہ بھی ثابت کیا کہ دنیا اب کثیر قطبی ہو چکی ہے۔ سفارتی کامیابیاں عارضی سکون لاتی ہیں، مگر طویل مدتی چیلنجز باقی ہیں۔ سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ قدرتی بائیو لوجی اور جدید ٹیکنالوجی کا امتزاج ہی موسمیاتی بحران کا بہترین حل ہو سکتا ہے۔

یہ رپورٹ کے مستند ذرائع پر مبنی ہے۔

حوالہ جات:

[Wikipedia (2026 Iran war, Islamabad Memorandum, Lebanon war, Gaza war)، Britannica، CBS News، NBC News، Al Jazeera، UNRWA، OCHA، WFP، HRW، IRC، Newsweek ، The Times of Israel، Reuters, AP News, Science Magazine, NOAA CPC, Scripps Research]

(مئی-جون 2026)۔



خیر و خبر

محمد فیض علی مصباحی

ہندوستان — مئی ♦ جون، ۲۰۲۶

۱ — گرمی کا قہر: دنیا کے ۹۷ سب سے گرم شہر ہندوستان میں

۲۲ مئی ۲۰۲۶ کو دنیا کے ۱۰۰ گرم ترین شہروں میں سے ۹۷ ہندوستان میں تھے۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں، یہ ایک سنگین موسمیاتی بحران ہے۔ [India TV News]
(https://www.indiatvnews.com/science/india-heatwave-2026-why-indian-cities-dominated-the-worlds-hottest-places-list-2026-05-22-1042087)

اڑیسہ کے بالانگیر میں درجہ حرارت ۴۸ ڈگری سیلسیس تک پہنچا، اترپردیش، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، بہار، چھتیسگڑھ اور تلنگانہ میں شدید گرمی کی لہر نے صحتِ عامہ کو سنگین خطرے میں ڈال دیا۔ قومی انسانی حقوق کمیشن نے خبردار کیا کہ بزرگ، بچے اور نوزائیدہ بچوں کو سب سے زیادہ خطرہ ہے جبکہ آگ کے حادثات کا اندیشہ بھی بڑھ گیا۔ [Karmactive]
(https://www.karmactive.com/india-heatwave-2026-six-cities-cross-46-degree-celsius-centre-orders-heat-stroke-units-nhrc-issue-advisory/)

سوال یہ ہے: جب سائنس دان برسوں سے خبردار کر رہے ہیں، تو شہری گرمی کے انتظام کے لیے حکومتی تیاری کہاں ہے؟ ہر سال اعلانات ہوتے ہیں، ہر سال لاشیں گنی جاتی ہیں۔

۲ — یوپی میں طوفان کا قہر: ۹۶ جانیں تلف

۱۴ مئی کو اترپردیش میں آندھی، بارش اور بجلی گرنے سے کم از کم ۹۶ افراد ہلاک اور ۵۰ سے زیادہ زخمی ہوئے۔ گرتے ہوئے درخت، مکانوں کی دیواریں، اور بجلی کے گرنے سے ہلاکتیں ہوئیں۔ پولیس اور ڈیزاسٹر ٹیموں نے چینسا اور کرینوں سے سڑکیں صاف کیں۔ [Al Jazeera]
(https://www.aljazeera.com/news/2026/5/14/duststorms-and-lightning-kill-at-least-96-people-in-northern-india)

ضلعی افسر نریندر این سریواستو نے بتایا کہ ہنگامی ٹیمیں متاثرہ علاقوں میں روانہ کر دی گئیں اور فصلیں، مکانات اور بجلی کا نظام بری طرح تباہ ہوا، خاص طور پر دیہی علاقوں میں۔ [ABC News]
(https://abcnews.com/International/wireStory/dust-storms-lightning-kill-96-people-northern-india-132951420)

یاد رہے — یہ "قدرتی آفت" تو ہے، لیکن ۹۶ اموات کے بعد بھی اگر سوال نہ کیا جائے کہ کمزور مکانوں، ابلاغ کے فقدان، اور بے توجہی نے کتنی موتوں میں اضافہ کیا — تو یہ صحافت نہیں، محض خبر نشری ہے۔

۳ — دہلی میں ہوٹل آگ: ۲۱ اموات، اکثر غیر ملکی علاج کے لیے آئے تھے

۳ جون کو نئی دہلی کے "فلورش اسٹے" ہوٹل میں آگ لگنے سے ۲۱ افراد ہلاک ہوئے جن میں ۱۷ غیر ملکی شامل تھے — جن کا تعلق افریقی اور وسطی ایشیائی ممالک سے تھا۔ عمارت میں موجود ۴۷ میں سے یہ ۲۱ جانیں ضائع ہوئیں اور ۱۵ لوگوں کو علاج کے لیے انتہائی نگہداشت وارڈ میں رکھا گیا۔ یہ ہوٹل میکس اسپتال ساکیت کے قریب تھا اور یہاں طبی سیاحت کے لیے آنے والے مریض ٹھہرتے تھے۔ [CBS News]
(https://www.cbsnews.com/news/india-delhi-hotel-fire-death-toll/)

ابتدائی تحقیق میں پتہ چلا کہ ہوٹل کے پاس آگ سے حفاظت کا کوئی درست سرٹیفکیٹ موجود نہیں تھا۔ [CBS News]

(https://www.cbsnews.com/news/india-delhi-hotel-fire-death-toll/) رپورٹوں کے مطابق عمارت میں داخل و خارج کا صرف ایک ہی دروازہ تھا اور مناسب وینٹی لیشن بھی نہیں تھی۔ [euronews]

(https://www.euronews.com/2026/06/03/at-least-21-people-mostly-foreign-nationals-killed-in-new-delhi-hotel-fire-police-say)

وزیرِ اعظم مودی نے ہلاک ہونے والوں کے خاندان کو ۲ لاکھ اور زخمیوں کو ۵۰ ہزار روپے امداد کا اعلان کیا۔

سوال: دہلی جیسے شہر میں، جو "طبی سیاحت" کا بین الاقوامی مرکز بننا چاہتا ہے، وہاں ایک ہوٹل بغیر فائر سرٹیفکیٹ کے کیسے چل رہا تھا؟ اور جب اتنے غیر ملکی مریض یہاں آتے ہیں تو حفاظتی معائنہ کب ہوتا ہے۔

۴ — NEET ۲۰۲۶: نظامِ تعلیم کا سب سے بڑا کرپشن اسکینڈل

۳ مئی ۲۰۲۶ کو ۲۲ لاکھ سے زیادہ امیدواروں نے NEET-UG امتحان دیا۔ امتحان کے فوراً بعد الزامات سامنے آئے کہ راجستھان میں ٹیلیگرام کے ذریعے پھیلنے والا پرچہ اصل امتحان سے ۱۲۰ سوالات تک میل کھاتا تھا۔ ۱۲ مئی کو NTA نے پورا امتحان منسوخ کر دیا۔ [Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/2026_NEET_controversy)

CBI تحقیقات میں پتہ چلا کہ سوالات پیپر کے ترجمے کے عمل میں شامل افراد — یعنی NTA سے منسلک ماہرین — نے یہ مواد بیچا۔ پرچہ کئی ہاتھوں سے گزرتا رہا اور ہر مرحلے پر قیمت بڑھتی گئی۔ نیٹ ورک راجستھان، مہاراشٹر اور دیگر ریاستوں میں پھیلا ہوا تھا۔ [Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/2026_NEET_controversy)

اس اسکینڈل کے نتیجے میں کم از کم ۷ طلبہ نے خودکشی کی — اس صدمے سے جو امتحان منسوخی اور دوبارہ تیاری کی اذیت نے انہیں دیا۔ [SabrangIndia]

(https://sabrangindia.in/may-june-2026-youthcongress-nationwide-protests-challenge-education-system-collapse-under-modi-government-media-gives-cold-shoulder/)

دوبارہ امتحان ۲۱ جون کو رکھا گیا تو انڈین ایئر فورس نے ۲۰۰ سے زیادہ اُڑانیں بھر کر پرچے ملک کے مختلف حصوں میں پہنچائے۔ [Republic World]

(https://www.republicworld.com/education/why-is-the-air-force-flying-neet-question-papers-the-extraordinary-security-plan-explained-2026-06-16-128549)

اور ۱۶ جون کو وزارتِ الیکٹرانکس نے ۲۲ جون تک پورے ہندوستان میں ٹیلیگرام بلاک کر دیا۔ [Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/2026_NEET_controversy)

اب ذرا سوچیں: ایئر فورس کے طیاروں سے پرچہ پہنچانا، پورے ملک میں ٹیلیگرام بند کرنا — یہ تعلیمی نظام کی کامیابی ہے یا اس بات کا اقرار کہ ہم ایک پرچہ بھی محفوظ طریقے سے نہیں پہنچا سکتے؟ کانگریس کے مطابق بی جے پی دورِ اقتدار میں ۸۹ مرتبہ پرچے لیک ہوئے۔ [SabrangIndia]

(https://sabrangindia.in/may-june-2026-youthcongress-nationwide-protests-challenge-education-system-collapse-under-modi-government-media-gives-cold-shoulder/)

اگر یہ درست ہے تو یہ لاپروائی نہیں، تسلسل ہے۔

۵ — "کاکروچ جنتا پارٹی": جب طنز تحریک بن گیا

ہندوستان کے چیف جسٹس سوریا کانت نے ایک عدالتی سماعت میں کہا: "ایسے نوجوان ہیں جو کاکروچوں کی طرح ہیں، انہیں نہ روزگار ملتا ہے نہ پیشے میں جگہ، کچھ میڈیا بن جاتے ہیں، کچھ سوشل میڈیا، کچھ RTI ایکٹوسٹ۔" جج نے بعد میں کہا کہ بات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کیا گیا — لیکن الفاظ ریکارڈ پر موجود تھے۔ [Al Jazeera]

(https://www.aljazeera.com/news/2026/6/16/my-voice-is-being-heard-a-month-of-indias-cockroach-janta-party)

امریکہ کے بوسٹن یونیورسٹی میں زیر تعلیم ابھیجیت دیپکے نے

اس توہین کو جنبش کا نام دیا اور "کاکروچ جنتا پارٹی" (CJP) کا آغاز کیا — جو BJP کا واضح طنز تھا۔ ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں CJP کا انسٹاگرام صفحہ ٢٢ ملین فالورز تک پہنچ گیا، جو BJP کے ٩ ملین اور کانگریس کے ١٣ ملین دونوں سے زیادہ ہے۔ [Prothomalo]

(https://en.prothomalo.com/international/india/hci3ac3kyo)

٦ جون کو پارلیمنٹ کے قریب جنتر منتر پر پہلا جلسہ ہوا جس میں نوجوانوں نے کاکروچ کے ماسک پہن کر وزیرِ تعلیم دھریندر پردھان کے استعفے کا مطالبہ کیا۔ ایک ١٦ سالہ طالب علم نے کہا: "ہم حکومت سے جواب چاہتے ہیں — ہمارے ملک میں پرچہ کیسے لیک ہوتا ہے؟ یہ کیسے ٹھیک ہے؟" [Al Jazeera]

(https://www.aljazeera.com/news/2026/6/6/supporters-of-the-cockroach-peoples-party-hold-protest-in-new-delhi)

CJP نے ان نوجوانوں کی نمائندگی کی جو گودی میڈیا — یعنی حکومت نواز مرکزی میڈیا — کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مذہبی نفرت بھڑکاتا ہے اور اصل سوال نہیں پوچھتا۔ دیپکے نے خود اعلان کیا کہ وہ گودی میڈیا سے بات نہیں کریں گے اور صرف سوشل میڈیا پر انحصار کریں گے۔ [Al Jazeera]

(https://www.aljazeera.com/news/2026/6/16/my-voice-is-being-heard-a-month-of-indias-cockroach-janta-party)

تجزیہ کاروں نے نشاندہی کی کہ ہندوستان کی جنریشن Z نے اپنی پوری زندگی میں صرف مودی کی BJP کی حکومت دیکھی ہے — اور اب وہ سوال پوچھ رہی ہے۔ ناقدین کے مطابق مودی حکومت نے انسانی حقوق کے کارکنوں اور طلبہ کو جیلوں میں ڈالا ہے، جبکہ حکومت ان الزامات کو رد کرتی ہے۔ [Al Jazeera]

(https://www.aljazeera.com/features/2026/6/6/im-a-cockroach-gen-z-protest-movement-lands-in-indian-capital)

٦ — ریاستی سیاست: کرناٹک اور مغربی بنگال میں بڑی تبدیلیاں

کرناٹک: سدارامیا نے ٢٩ مئی کو استعفیٰ دیا اور ٣٠ مئی کو ڈی کے شیوا کمار کو کانگریس قانون ساز پارٹی کا اتفاقِ رائے سے لیڈر منتخب کیا گیا۔ ٣ جون کو انہوں نے وزیرِ اعلیٰ کا حلف اٹھایا — یہ کانگریس کے اندر دیرینہ اقتدار کی تبدیلی کا وعدہ پورا ہوا۔ [Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/D._K._Shivakumar_ministry)

مغربی بنگال: مئی ٢٠٢٦ کے انتخابات میں بی جے پی نے تاریخی کامیابی حاصل کی۔ نئی حکومت نے اقتدار سنبھالتے ہی اقلیتی فلاحی اسکیموں اور مدرسہ گرانٹس پر پابندی لگا دی جس پر حزبِ اختلاف نے سخت احتجاج کیا۔

آسام: اسمبلی انتخابات میں بی جے پی نے واضح اکثریت حاصل کی اور ہمنتا بسوا سرما دوسری بار وزیرِ اعلیٰ بنے۔ [Adda247]

(https://currentaffairs.adda247.com/national-current-affairs/)

کیرالہ: ١٤ مئی کو وی ڈی ستھیسن کانگریس قیادت میں کیرالہ کے نئے وزیرِ اعلیٰ بنے۔ [Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/2026_in_India)

٧ — معیشت: RBI کی خاموشی اور سرمائے کی نکاسی

RBI نے ٥ جون کو ریپو ریٹ ٥.٢٥ فیصد پر برقرار رکھا اور مالی سال ٢٠٢٦-٢٧ کے لیے GDP نمو کا تخمینہ ٦.٩ سے کم کر کے ٦.٦ فیصد کر دیا۔ مہنگائی کا نیا تخمینہ ٥.١ فیصد لگایا گیا۔ اس کے علاوہ سال کے آغاز سے اب تک ١٣.٧ ارب ڈالر کا غیر ملکی سرمایہ ایکویٹی مارکیٹ سے باہر چلا گیا — جو ایک سنگین تشویش ہے۔ [Wionews]

(https://www.wionews.com/india-news/rbi-repo-rate-gdp-growth-forecast-inflation-stagflation-risk-june-2026-1780637958506/amp)

گولڈمین سیکس نے ہندوستان کی ترقی کا اندازہ صرف ٥.٩ فیصد لگایا ہے — حکومتی اعداد سے کہیں کم۔ عالمی بے یقینی، مشرقِ وسطیٰ کی جنگ اور ڈالر کے مقابلے روپے کی گراوٹ نے مل کر معاشی دباؤ بڑھایا ہے۔

۸—ہند-برطانیہ تجارتی معاہدہ: فائدہ کس کو؟

ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان آزادانہ تجارتی معاہدہ طے پا گیا جو ۱۵ جولائی سے نافذ ہوگا۔ برطانیہ ہندوستانی اشیاء پر ۹۹ فیصد ٹیرف ختم کرے گا اور ہندوستان برطانوی اشیاء پر ۹۰ فیصد ڈیوٹی ہٹائے گا۔ ٹیکسٹائل، جواہرات اور سمندری مصنوعات کو فائدہ ملنے کی توقع ہے۔

تاہم ناقدین پوچھتے ہیں: برطانوی شراب پر ٹیرف ۱۵۰ سے ۷۵ فیصد ہونا—کیا یہ عام ہندوستانی کے لیے ہے یا اشرافیہ کے لیے؟

۹—سڑک حادثات: خاموش قاتل

۱۸ مئی کو لکھیم پور کھیری میں ٹرک اور مسافر وین کی ٹکر میں ۱۰ افراد ہلاک ہوئے۔ ۱۹ مئی کو مہاراشٹر کے پال گھر میں ٹریلر ٹرک کے دولہے کی گاڑی سے ٹکرانے پر ۱۳ افراد ہلاک اور ۲۵ زخمی ہوئے۔ [Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/2026_in_India)

ہندوستان میں سڑک حادثات سالانہ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ جانیں لیتے ہیں—لیکن یہ بریکنگ نیوز نہیں بنتا، کیونکہ یہ "معمول" بن چکا ہے۔

۱۰—سپریم کورٹ کے اہم فیصلے

انتخابی نظام سے متعلق ۲۷ مئی کو سپریم کورٹ نے "خصوصی انتہائی نظرثانی" کی آئینی قانونی حیثیت کو برقرار رکھا۔

[Wikipedia]

(https://en.wikipedia.org/wiki/2026_in_India)

اس فیصلے پر حزبِ اختلاف نے تشویش ظاہر کی اور کہا کہ یہ مشق صرف مخصوص آبادیوں کے ووٹ ہٹانے کے لیے استعمال ہو سکتی ہے۔

{یہ رپورٹ الجزیرہ، AP، CBS نیوز، یوروی نیوز، فرانس ۲۴، ABC نیوز، NBC نیوز، Wikipedia (2026 in India) اور Sabrang India کے مستند ذرائع پر مبنی ہے۔}

۱۱—مسلمانانِ ہند:

الف—بنگالی مسلمانوں کی ملک بدری: جب شہری بھی غیر ملکی بن گئے

یہ شاید اس مدت کا سب سے سنگین، سب سے کم رپورٹ ہونے والا واقعہ ہے؛

ہیومن رائٹس واچ نے ۱۶ جون ۲۰۲۶ کو دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ انکشاف کیا کہ ہندوستانی سرحدی سیکیورٹی فورس (BSF) مغربی بنگال سے بنگالی مسلمانوں کو کسی قانونی کارروائی کے بغیر زبردستی بنگلہ دیش دھکیل رہی ہے۔ بنگلہ دیش کے بارڈر گارڈ (BGB) نے رپورٹ کیا کہ یکم جون سے اب تک BSF کی ایسی ۲۱ کوششوں کو ناکام بنایا گیا جن میں ۲۰۰ سے زیادہ افراد شامل تھے—ان میں بچے بھی۔

HRW کے مطابق ۷ مئی سے ۱۵ جون کے درمیان ۱,۵۰۰ سے زیادہ مسلمان مرد، خواتین اور بچوں کو زبردستی بنگلہ دیش بھیجا گیا۔

ان میں ایک ایسا شخص تھا جس کی ووٹر فہرست میں نام تھا اور جو چار بار ووٹ دے چکا تھا—پھر بھی اسے دھکیل دیا گیا۔ ایک مزدور نظام الدین شیخ، جو پانچ سال سے ممبئی میں مستری کا کام کرتے تھے، ۹ جون کو گھر پر چھاپے کے بعد گرفتار کیے گئے، ان کی شناختی دستاویزات پھاڑ دی گئیں اور انہیں بنگلہ دیش سرحد پر چھوڑ دیا گیا۔

پنچاگڑھ میں ۵ جون کو ۱۰ افراد بشمول بچوں کو بنگلہ دیشی سرزمین پر ۵۰ فٹ اندر تک دھکیل دیا گیا اور وہ ۷۵ گھنٹے آندھی، بارش اور مسلح فوج کے درمیان "زیرو لائن" پر پھنسے رہے۔

ایک ۵۱ سالہ یومیہ مزدور نے HRW کو بتایا: "میں لاش کی طرح بنگلہ دیش میں چلتا رہا۔ مجھے لگا وہ مجھے مار دیں گے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں اور میرے گھر والوں کو کچھ معلوم

نہ ہوتا۔"

مغربی بنگال کے نئے وزیرِ اعلیٰ سوینڈو ادھیکاری نے اپنی پالیسی کو "Detect, Delete and Deport" کا نام دیا ہے۔

سوال: اگر آدھار کارڈ والا، چار بار ووٹ دینے والا شہری بھی "غیر قانونی" قرار پا سکتا ہے — تو ہندوستان کے ۲۰ کروڑ مسلمانوں میں سے کون محفوظ ہے؟

ب — مغربی بنگال: شیخ شاہ عالم کا قتل

۱۵ جون ۲۰۲٦ کو ہوگلی ضلع کے کیلیے پاڑہ گاؤں میں ۷۱ سالہ مسلمان بزرگ شیخ شاہ عالم کو ۷ سے ۸ بی جے پی کارکنوں نے باہر بلایا اور بانس، اینٹوں اور لوہے کی سلاخوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ ان کی اہلیہ مرجینہ بیگم اور دیگر خواتین نے روکنے کی کوشش کی تو انہیں بھی مارا گیا۔ عالم کو ارامباغ میڈیکل کالج لے جایا گیا جہاں انہیں مردہ قرار دیا گیا۔

ان کی بہو رشمہ خاتون نے کہا: "میرے سسر نے کبھی سیاست نہیں کی۔ انہیں TMC کارکن نہیں کہا جا سکتا۔ پھر بھی BJP کے غنڈوں نے انہیں مار ڈالا۔ ہم ذمہ داروں کے لیے سخت سزا چاہتے ہیں۔"

بی جے پی کے مقامی MLA بیمان گھوش نے الزامات رد کرتے ہوئے کہا کہ "قانون اپنا راستہ لے گا" — لیکن گرفتاریاں رپورٹ لکھے جانے تک سامنے نہیں آئیں۔

ج — مساجد اور مدارس پر یلغار

اروناچل پردیش کی ریاستی حکومت نے دارالحکومت اِٹانگر کی تمام ۱۵ مساجد سیل کر دیں — جن میں جامع مسجد بھی شامل ہے — ایک قبائلی قوم پرست گروہ کے دباؤ پر۔ غازی آباد میں ایک مدرسہ بلڈوزر سے مسمار کر دیا گیا۔ مراد آباد میں ایک درگاہ بھی ڈھا دی گئی جبکہ میرٹھ میں ایک مسجد کو نوٹس دیا گیا۔

راجستھان کے بارمیر میں چھ مساجد اور مدارس کو ایک دن کا انخلا نوٹس دیا گیا جسے انسانی حقوق تنظیموں نے "قانونی عمل کی کھلی خلاف ورزی" قرار دیا۔ وارانسی میں گنج شہیدا مسجد کو مسمار کرنے کا منصوبہ سامنے آیا جس کے خلاف مسجد کمیٹی ہائی کورٹ جانے کی تیاری کر رہی ہے۔

د — اتر پردیش: "جے شری رام" کہو یا مرو

اتر پردیش میں مسلمانوں کو مارا پیٹا گیا اور زبردستی "جے شری رام" کہلوایا گیا۔ اتر پردیش حکومت نے یونیورسٹیوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں "انسدادِ تبدیلیِ مذہب سیل" قائم کرنے کا حکم دیا۔ اناؤ میں ایک پادری کے قتل کے الزام میں ایک مسلمان ملزم کو پولیس مڈبھیڑ میں ہلاک کر دیا گیا۔

پولیس مڈبھیڑ — جسے "انکاؤنٹر" کہا جاتا ہے — اور جس میں اکثر مسلمان اور دلت مارے جاتے ہیں، ہندوستانی عدالتوں میں بارہا زیرِ سوال آ چکا ہے لیکن سلسلہ جاری ہے۔

ہ — نفرت انگیز گانے اور AI کا ہتھیار

واشنگٹن ڈی سی کے ایک تحقیقی ادارے نے انکشاف کیا کہ یوٹیوب، اسپوٹیفائی، ایپل میوزک اور ریٹا میوزک لائبریری پر ۵۲۳ ایسے "ہندوتوا گانے" موجود ہیں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے خلاف نفرت، تذلیل اور تشدد پر اکساتے ہیں اور ان پلیٹ فارموں کی اپنی پالیسیوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ان میں سے نصف سے زیادہ گانے براہِ راست مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کو ابھارتے ہیں۔

اس کے علاوہ AI ڈیپ فیک کو مسلمان خواتین کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیے جانے کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے۔

و — بین الاقوامی ردِ عمل: دنیا کیا کہتی ہے

الجزیرہ کے مطابق ۲۰۲۵ میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز واقعات میں ۱۳ فیصد اضافہ ہوا اور ان میں سے

اکثریت بی جے پی کی حکومت والی ریاستوں میں پیش آئی۔

امریکہ کے بین الاقوامی مذہبی آزادی کمیشن (USCIRF) نے ہندوستان کو "خصوصی تشویشناک ملک" (Country of Particular Concern) قرار دینے کی سفارش کی ہے — وہی درجہ جو عراق اور مصر کو دیا گیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ماہرین نے ۲۰۲۰ سے ۲۰۲۶ کے درمیان ہندوستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر ۹۱ مراسلے بھیجے — جن کا کوئی موثر جواب نہیں آیا۔

RSS — بی جے پی کا نظریاتی ادارہ — نے مئی ۲۰۲۶ میں اعلان کیا کہ وہ امریکہ اور مغربی ممالک میں "تعلقاتِ عامہ" مہم چلائے گا تاکہ اقلیتوں پر تشدد کے الزامات کو رد کیا جا سکے۔

{یہ سیکشن ہیومن رائٹس واچ، الجزیرہ، IAMC ہفتہ وار مانیٹر، The Daily Star، Siasat.com (بنگلہ دیش)، اور USCIRF کی مستند رپورٹوں پر مبنی ہے۔}

آخری بات

مئی تا جون ۲۰۲۶ کے یہ ہفتے ہندوستان کے لیے بہت پُرتلاطم رہے۔ گرمی، طوفان، آگ، پرچہ لیک، نوجوانوں کی خودکشیاں، اور سڑکوں پر احتجاج — یہ سب اتفاقی نہیں، یہ ان پالیسیوں، ان نظاموں اور ان ترجیحات کا نتیجہ ہے جنہیں ہر سطح پر جواب دہ بنانے کی ضرورت ہے۔

جب ایک ملک کے نوجوان "کاکروچ" کا ماسک پہن کر سڑک پر آتے ہیں — تو یہ انقلاب نہیں، یہ مایوسی کی آواز ہے۔ اور جو حکومت اس آواز کو سنتی نہیں، وہ ایک دن بہرا پن سے نہیں، بلکہ اپنی ہی غلطیوں کے طوفان سے ہار جاتی ہے۔ جب ایک ۷۱ سالہ بزرگ اپنے گھر سے باہر بلا کر مار دیا جائے، جب ایک مزدور کے کاغذات پھاڑ کر اسے رات کے اندھیرے میں بارڈر پر چھوڑ دیا جائے، جب مساجد سیل ہوں اور مدارس بلڈوزر سے ڈھائے جائیں — اور مرکزی میڈیا خاموش رہے — تو یہ "قانون کی حکمرانی" نہیں، یہ وہ خاموش ظلم ہے جو شور نہیں کرتا۔

ہندوستان کے آئین میں لکھا ہے: "India is a Secular Democratic Republic" — لیکن جب قانون انہی لوگوں کے لیے ہو جو اقتدار میں ہیں، تو الفاظ کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔



چراغ حرف

شہ ابرار

بشر سے ہو بیاں کیسے شہ ابرار کی مدحت
خدائے پاک نے کی جب ہے شہریار کی مدحت

جہنم کی تپش اس قلب کو جھلسا نہیں سکتی
جو دل کرتا ہو ہر لمحہ خدا کے یار کی مدحت

اگر قسمت میں میری ہو مرے آقا تری گلیاں
تو آتے جاتے روضے پر کروں دلدار کی مدحت

ہمارے دل میں ان کے عشق کی قندیل روشن ہے
سجی میری زباں پر ہے شہ ابرار کی مدحت

جہاں پر خلد کا منظر فدا وہ جائے مدفن ہے
ہیں کرتے سب فرشتے ایسے سبزہ زار کی مدحت

جو آئے حشر میں سرکار لے کر ہم غلاموں کو
کری سب اہل محشر نے ہے اس غمخوار کی مدحت

جہنم کی تپش اس قلب کو جھلسا نہیں سکتی
جو دل کرتا ہو ہر لمحہ میں پانچوں یار کی مدحت

اے دیوانو ! ملا مژدہ ہے جنت کا مبارک ہو
ہے عادت اپنی جو اس گیسوئے خمدار کی مدحت

نبی کا آستاں ہے جو وہ مثل باغ جنت ہے
نہ کیسے میں کروں پھر اس گل گلزار کی مدحت

کرے کیسے یہ عاطر لب کشائی شانِ اقدس میں
کلام اللہ ہے کرتا جب ترے کردار کی مدحت

از قلم : محمد سہیل عاطر

نعتِ شاہ ہدی

رقم نعتِ شاہِ ہدی کر رہا ہوں
میں سامانِ بخشش نیا کر رہا ہوں

میں کر کے ثنا سرورِ دو جہاں کی
خیالوں کا گلشن ہرا کر رہا ہوں

درودوں کی ڈالی سجا کر لبوں پر
عبادت کا روشن دیا کر رہا ہوں

بسا کر کے دل میں خیالِ مدینہ
نمازِ محبت ادا کر رہا ہوں

غموں کی وبا سے رہائی عطا کر
خدایا یہی میں دعا کر رہا ہوں

مدینے کی گلیاں نگاہوں میں ہردم
رہے بس یہی التجا کر رہا ہوں

ہجومِ مصائب میں واجد پھنسا ہے
نکالو خدارا ندا کر رہا ہوں

از قلم : محمد واجد مظفر پور بہار

امام حسین رضی اللہ عنہ

الفت کا درس ہم کو بتایا حسین نے
کرنا نبی سے عشق سکھایا حسین نے

ہوگا کبھی نہ پست سنو دشمنوں سنو
اسلام کا علم ہے اٹھایا حسین نے

زندہ رہے گی سب کے دلوں میں حسینیت
نس نس میں حب آقا بسایا حسین نے

سر دے دیا ہے دین کو مٹنے نہیں دیا
نانا کا وعدہ ایسے نبھایا حسین نے

کربل میں ساتھ دینے چلے جو مجاہدیں
مژدہ جناں کا ان کو سنایا حسین نے

ہمت خدا نے ان کو ہے کتنی بلند دی
باطل کے آگے سر نہ جھکایا حسین نے

واجد! بیاں کرو شہ کربل کی داستاں
سب کچھ لٹا کے دین بچایا حسین نے

از قلم: محمد واجد مظفرپور بہار

در شان تیغ علی رحمتہ اللہ علیہ

رازِ ہستی کا سفینہ، ذاتِ والا نام ہے
وقت کے سینے پہ کندہ، آج بھی پیغام ہے

مظہرِ نورِ جلی ہیں، حضرتِ تیغ علی
جس کی تابانی سے روشن، معرفت کا جام ہے

دینِ فطرت کا خلاصہ، وہ حسیں کردار ہے
سنتِ خیر الوریٰ کا، جس میں یہ اکرام ہے

اہلِ حق پر ابرِ رحمت، مہرباں ہے رات دن
چشمۂ رشد و ہدایت، اب تو ہر سو عام ہے

جو تیری چوکھٹ پہ آیا، ہو گیا ہے کامراں
دیکھ کر رتبہ ترا اب، ہر تکبر رام ہے

شہر و قریہ میں جلائی، آگہی کی وہ کرن
تیرے صدقے میں منور، اب تو ہر اِک بام ہے

آستانہ آپ کا ہے، قبلۂ اہلِ صفا
بندگی کی راہ کا یہ، کتنا پیارا گام ہے

زندگی تیری سراپا، سنتوں کا آئینہ
تیری سیرت پر ہی چلنا، عارفوں کا کام ہے

فیض سے تیرے یہ قطرہ، اِک سمندر بن گیا
تیری درگاہِ ولایت، رحمتوں کی شام ہے

آپ کی قربت میں ملتا، ہے سکونِ دائمی
ہر پریشاں حال کا یہ، گوشۂ آرام ہے

ہو گیا سرمد فنا، ان کی نگاہِ ناز سے
عشق میں اس کو ملا، کیسا نیا انعام ہے

از قلم: غلام محمد سرمد مصباحی

محرم الحرام

1448

جون ❖ جولائی

2026

دعوتِ اقرأ آرگنائزیشن اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ معاشرے کی
تعمیر صرف نعروں سے نہیں بلکہ تربیت، تعلیم، شعور اور مسلسل عملی
جدوجہد سے ہوتی ہے۔ اسی لیے تنظیم افراد کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق
اس مشن کا حصہ بننے کی دعوت دیتی ہے۔

یہ ماہ نامہ بھی اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے، تاکہ فکر، شعور اور مثبت
مکالمے کے ذریعے معاشرے میں خیر اور اصلاح کا پیغام عام کیا جا سکے۔

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے، اخلاص
عطا فرمائے اور اسے امت کے لیے نافع بنائے۔ آمین۔

فقیرِ قادری محمد فیض علی

بانی، دعوتِ اقرأ آرگنائزیشن



دعوتِ اقرا آرگنائزیشن کا

علمی، فکری و اصلاحی ترجمان

ماہ نامہ

تیغیہ



ہم سے رابطہ کریں

www.dawateiqra.org

dawateiqra.org@gmail.com

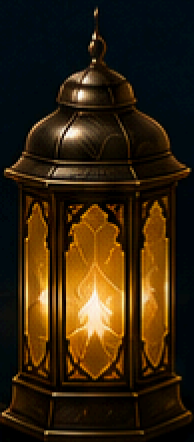
7370924439

دعوتِ اقرأ آرگنائزیشن
انڈیا



ادارہ کی تعلیمی اور اصلاحی سرگرمیوں
میں تعاون و عطیات کے لیے
QR کوڈ اسکین کریں۔

جزاکم اللہ خیرا



اہل قلم حضرات جو آئندہ شمارے کے لیے اپنے
علمی، اصلاحی اور تحقیقی مضامین ارسال کرنا چاہتے ہوں،
وہ اس اسلامی (ہجری) مہینے کی 20 تاریخ تک درج ذیل نمبر پر
اپنے مضامین ارسال فرما دیں۔

 7860544956

